حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کے
غزوات

Marfat.com

Marfat.com

حضور نبی کریم ﷺ کے غزوات

مرتبہ

ثمینہ شہزاد
ایم اے اسلامیات، اردو
(پنجاب یونیورسٹی)

عمر سنز
قذافی مارکیٹ
اردو بازار۔ لاہور

1084302/M

Marfat.com

297-9921
67 ش
140890
۲

ضابطہ

کتاب : رسول اللہ ﷺ کے غزوات

مرتبہ : ثمینہ شہزاد

سرورق : نعیم اسلم

کمپوزنگ : کامران عمر

قیمت : 250 روپے

Marfat.com

فہرست مضامین

صفحہ نمبر	عنوانات
5	حرفِ آغاز
7	غزواتِ رسول ﷺ اور اصول جنگ
9	غزوات
10	غزوۂ ابواء (صفر المظفر ۲ ہجری)
30	غزوۂ بدر (۱۷ رمضان المبارک ۲ ہجری)
33	غزوہ بنو قینقاع (۱۵ شوال یوم شنبہ ۲ ہجری)
34	غزوۂ غطفان (محرم الحرام ۳ ہجری)
37	غزوۂ اُحد (شوال المکرم ۳ ہجری)
57	غزوۂ بنی نضیر (ربیع الاول ۴ ہجری)

Marfat.com

غزوہ بنی المصطلق (شعبان یوم دوشنبہ ۵ ہجری)	64
غزوہ خندق (ذی قعد پانچ ہجری)	73
غزوہ بنی قریظہ (ذی قعدہ یوم چہارشنبہ ۵ ہجری)	86
غزوہ خیبر (محرم الحرام ۷ ہجری)	87
غزوہ موتہ (جمادی الاول ۸ ہجری)	104
فتح مکہ (رجب المرجب ۸ ہجری)	106
غزوہ تبوک (رجب المرجب ۹ ہجری)	114
کتابیات	127

Marfat.com

حرفِ آغاز

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ۔
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیۡكَ یَارَسُوۡلَ اللّٰہِ۔ امابعد

اللہ تبارک و تعالیٰ کے مبارک اور بابرکت اسمائے گرامی سے آغاز کرتا ہوں کہ وہ بہت ہی زیادہ مہربان، شفیق اور رحم فرمانے والا ہے نیز اپنے پیارے رسول خاتم النبیین، شفیع المذنبین، تاجدار انبیاء، افضل البشر، محسن کائنات، خاتم المرسلین، آقائے دو جہاں حضور نبی کریم ﷺ پر لاکھوں، کروڑوں درود نیز آپ ﷺ کی آل، ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور صحابیات رضی اللہ عنہن پر بھی لاکھوں کروڑوں درود و سلام۔

جنگ کے اصول قوانین فطرت کی طرح غیر متبدل ہوتے ہیں۔ فتح کے حصول کے لیے ان کی پابندی کرنا لازمی ہے۔ رسولِ خدا ﷺ کی جنگوں میں ان اصولوں کی تلاش ہم سب کے لیے سود مند اور باعثِ تقلید ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

ترجمہ: ”ان کافروں سے جہاد و قتال کرو تا کہ اللہ تعالیٰ ان کو

Marfat.com

عذاب دے تمہارے ہاتھوں سے" (التوبہ)

اگر رسول اللہ ﷺ کی جنگیں یا غزوے محض مال و دولت کے لیے ہوتے تو وہ ممالک کی تسخیر اور ان پر قبضہ کرنے کے لیے ہوتیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کو متوجہ کرنے انہیں اسلام میں داخل کرنے اور کفر کے خلاف نبرد آزما کرنے کے لیے تھیں۔

ہمارے پیش نظر کتاب "رسول اللہ ﷺ کے غزوات" کی ترتیب و تدوین کا مقصد یہ ہے کہ ہم اپنے پڑھنے والے قارئین کرام کو اللہ تعالیٰ کے پیارے محبوب اور ہمارے پیارے نبی خاتم النبیین حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ رؤف الرحیم ﷺ کے روشن پہلوؤں کو اجاگر کریں تاکہ لوگ اس سے صحیح معنوں میں استفادہ حاصل کر سکیں۔ میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں گڑگڑا کر عرض ہے کہ وہ اپنے پیارے محبوب حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کے صدقہ ہمارے کردہ اور ناکردہ گناہوں کو معاف فرمائے اور ہمیں روزِ محشر رسول اللہ ﷺ کی شفاعت عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

کامران اعظم

Marfat.com

غزوات

ہر وہ لشکر جس میں رسول اللہ ﷺ بنفس نفیس خود موجود ہوں اسے غزوہ اور غزوات کہتے ہیں اور جس لشکر میں آپ ﷺ خود موجود نہ ہوں بلکہ کوئی فوج روانہ فرمائی ہو اسے بعث اور سریہ کہتے ہیں۔ صاحب مواہب فرماتے ہیں کہ سریہ یعنی رات میں سیر کرنا ہے اور اہل سیر کی اصطلاح میں لشکر کا وہ ٹکڑا جسے دشمن پر تاخت کے لئے بھیجا گیا ہو سریہ کہتے ہیں۔ صاحب مواہب فرماتے ہیں کہ سریہ لشکر کا وہ ٹکڑا ہے جو لشکر سے جدا ہو کر جائے پھر اسی لشکر میں لوٹ کر شامل ہو جائے اور ان کی تعداد سو سے پانچ سو تک ہو۔ اور اگر پانچ سو سے زیادہ ہو تو اسے ''منسر'' (بروزن منبر) کہتے ہیں اور جو آٹھ سو سے زیادہ ہو اسے ''جیش'' کہتے ہیں اگر چار ہزار سے زیادہ ہو جائے تو ''حجفل'' (بتقدیم جیم برحا) اور لشکر عظیم کو ''خمیس'' کہتے ہیں جس میں پانچ ٹکڑے ہوں مقدمہ، قلب، میمنہ، میسرہ، اور ساقہ، اور کتیبہ اور لشکر وہ ہے جو مجتمع ہو بکھرا ہوا نہ ہو۔

ان غزوات کی تعداد جس میں حضور ﷺ بنفس نفیس شریک ہو کر تشریف لائے ستائیس ہے جیسا کہ مواہب میں ہے اور صاحب روضتہ الاحباب کے قول کے بموجب اکیس اور ایک اور قول کے بموجب چوبیس بھی منقول ہے

Marfat.com

اس کی وجہ تطبیق بھی بیان کی گئی ہے اور تعجب ہے کہ وہ قول جو صحیح بخاری میں زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جو انیس غزوات کا ہے ذکر نہیں کیا گیا ہے نو غزوات ایسے ہیں جن میں قتال واقع ہوا ہے وہ یہ ہیں۔ غزوۂ، بدر، احد، احزاب، بنو قریظہ، بنو المصطلق، خیبر، فتح مکہ، حنین اور طائف۔ اور سرایا کی تعداد سینتالیس تھی اور بعض اسے چھپن کہتے ہیں۔

Marfat.com

غزوہ ابواء (صفر المظفر ۲ ہجری)

سب سے پہلا غزوہ ابواء کا ہے ۔ روضتہ الاحباب میں ہے کہ یہ غزوہ دوسرے سال کے اول میں یا پہلے سال کے آخر میں واقع ہوا ہے کیوں کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ،کو مدینہ منورہ میں خلیفہ بنایا اور خود صحابہ کرام کی جماعت کے ساتھ بنی ضمیر کے قافلہ پر جو قریش کا ایک قبیلہ ہے ،تاخت کرنے کے قصد سے باہر تشریف لائے اور حامل لواء یعنی جھنڈا اٹھانے والے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ تھے ۔ جب حضور ﷺ مقام ابواء پہنچے تو قبیلہ بنی ضمیرہ کا سردار مخشی بن عمر ضمیری صلح کے ساتھ پیش آیا حضور اکرم ﷺ بھی صلح پر راضی ہو گئے اور صلح نامہ لکھا گیا پھر وہ قافلہ پندرہ دن کے بعد مکہ مکرمہ لوٹ گیا اس کے بعد اسی منزل ابواء میں اور ایک قول کے بموجب اس سے پہلے ابوعبید رضی اللہ عنہ بن الحارث بن عبدالمطلب جو کہ حضور ﷺ کے ابن عم، چچا زاد بھائی تھے اور حضور ﷺ سے ان کی عمر دس سال زیادہ تھی اسلام لائے ۔

Marfat.com

غزوۂ بدر (۱۷رمضان المبارک ۲ ہجری)

ہجرت کے دوسرے سال غزوۂ بدر کا واقعہ پیش آیا اس غزوہ کو غزوۂ بدر کبریٰ اور ''غزوۂ بدرِ عظمیٰ'' بھی کہتے ہیں بدر ایک بستی کا نام ہے جو بدر بن مخلد بن نضر بن کنانہ سے منسوب و مشہور ہے اس نے اس جگہ پڑاؤ کیا تھا یا یہ بستی بدر بن حارث سے منسوب ہے جس نے یہاں کنواں کھودا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ وہاں ایک بوڑھا شخص مدتوں سے رہتا تھا جس کا نام بدر تھا۔ اس بنا پر اس بستی کو اسی کے نام سے منسوب کر دیا۔ یا اس کا نام اس بناء پر ہے کہ اس کا دائرہ وسیع تھا اور اس کا پانی اتنا صاف و شفاف تھا کہ اس میں بدر کامل نظر آتا تھا۔

حضور اکرم ﷺ کے تمام غزوات میں یہ بہت عظیم غزوہ تھا کیوں کہ اس کے ذریعہ دین کی عزت و شوکت روشن ہوئی اور اسلام کا ناموس تاباں ہوا، اس دن کو ''یوم الفرقان'' سے تعبیر کیا گیا ہے کیوں کہ اس سے حق و باطل کے درمیان فرق و امتیاز رونما ہوا تھا فرمایا۔ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعَانِ مطلب یہ کہ مسلمان اور کافر اس دن جمع ہوئے اور اس دن حق تعالیٰ نے اسلام اور مسلمانوں کو غالب فرمایا اور کفر کی بنیادوں کو شکست دے پامال کر کے ذلیل خوار بنایا۔ حالانکہ مسلمانوں کی تعداد کم اور دشمنان دین کی تعداد زیادہ تھی اور کفار جنگ کے پورے سازو

Marfat.com

سامان سے لیس ہو کر اتراتے اور تکبر کرتے آئے تھے مگر حق تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ ﷺ کو عزت دی اور اپنے دین کو مضبوط و قوی فرمایا اور اس کے جاہ و جلال کے چہرے کو منور و روشن بنایا اور شیاطین کو ذلیل و خوار کر کے ان کو روسیاہ کیا۔

شروع رمضان میں رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر ملی کہ ابوسفیان قریش کے قافلہ تجارت کو شام سے مکہ واپس لا رہا ہے جو مال و اسباب سے بھرا ہوا ہے۔

آپ ﷺ نے مسلمانوں کو جمع کر کے اس کی خبر دی اور فرمایا یہ قریش کا کاروانِ تجارت ہے جو مال و اسباب سے بھرا ہوا ہے، تم اس کی طرف خروج کرو، عجب نہیں کہ حق جل وعلا تم کو وہ قافلہ غنیمت میں عطا فرمائے۔

چونکہ جنگ و جدال اور قتل و قتال کا وہم و گمان بھی نہ تھا اس لئے بلاکسی جنگی تیاری اور اہتمام کے نکل کھڑے ہوئے، ابوسفیان کو یہ اندیشہ لگا ہوا تھا، اس لئے جب ابوسفیان حجاز کے قریب پہنچا تو ہر راہ گیر اور مسافر سے آپ کے حالات اور خبریں دریافت کرتا، تا آنکہ بعض مسافروں سے اس کو یہ خبر ملی کہ محمد (ﷺ) نے اپنے اصحاب کو تیرے قافلے کی طرف خروج کا حکم دیا ہے۔ ابوسفیان نے اسی وقت ضمضم غفاری کو اجرت دے کر مکہ روانہ کیا اور کہلا بھیجا کہ قریش کو اطلاع کر دے کہ جس قدر جلد ممکن ہو، اپنے قافلہ کی خبر لیں اور اپنے سرمایہ کو بچانے کی کوشش کریں۔ محمد (ﷺ) اپنے اصحاب کو لے کر اس قافلہ سے تعارض کے لئے روانہ ہوئے ہیں۔

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

"میں کسی غزوہ میں پیچھے نہیں رہا جس میں رسول اللہ ﷺ تشریف لے گئے ہوں، مگر غزوہ تبوک کے علاوہ غزوہ بدر میں بھی پیچھے رہ گیا تھا، لیکن غزوہ بدر

Marfat.com

سے تخلف کرنے والوں پر کوئی عتاب نہیں ہوا' اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ صرف قافلہ قریش کے ارادہ سے نکلے تھے حسب الاتفاق بلا کسی قصد کے اللہ نے مسلمانوں کو ان کے دشمنوں سے بھڑا دیا۔"

۱۲ رمضان المبارک کو رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے' تین سو تیرہ یا چودہ آدمی آپ کے ہمراہ تھے۔ بے سروسامانی کا یہ عالم تھا کہ اتنی جماعت میں صرف دو گھوڑے اور ستر اونٹ تھے' ایک گھوڑا حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کا اور ایک حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کا تھا اور ایک ایک اونٹ دو دو اور تین تین آدمیوں میں تھا۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بدر میں جاتے وقت ایک اونٹ تین تین آدمیوں میں مشترک تھا۔ ابولبابہ اور علی رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کے شریک تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ کے پیادہ چلنے کی نوبت آتی ابولبابہ اور علی رضی اللہ عنہما عرض کرتے یا رسول اللہ ﷺ آپ سوار ہو جائیں ہم آپ ﷺ کے بدلہ میں پیادہ پا چل لیں گے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم چلنے میں مجھ سے زیادہ قوی نہیں اور تم سے زیادہ میں خدا کے اجر سے بے نیاز نہیں۔

بیر ابی عنبہ پر پہنچ کر جو مدینہ سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے تمام جماعت کا معائنہ فرمایا۔ جو کم عمر تھے ان کو واپس فرما دیا' روحاء میں پہنچ کر ابولبابہ بن عبدالمنذر کو مدینہ کا حاکم مقرر فرما کر واپس کیا۔

اس لشکر میں تین علَم تھے ایک حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ میں اور دوسرا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں اور تیسرا کسی انصاری کے ہاتھ میں تھا۔

جب مقام صفراء کے قریب پہنچے تو اپنے دو ساتھیوں بسبس بن عمرو اور عدی بن ابی کو قافلہ ابوسفیان کے تجسس کے لئے آگے روانہ کیا اور ادھر ضمضم غفاری ابوسفیان کا پیام لے کر مکہ کے لئے روانہ ہو گیا۔ مکہ پہنچ کر ضمضم نے اپنے اونٹ

Marfat.com

کے ناک، کان کاٹ دیئے۔ کجاوہ الٹ دیا تھا اور اپنی قمیص پھاڑ دی تھی۔ اس ہیت کذائی میں وہ اپنے اونٹ پر سوار یوں یوں پکار کر کہہ رہا تھا۔

"اے گروہ قریش! قافلہ تجارت! قافلہ تجارت! تمہارا مال ابوسفیان کے ساتھ ہے۔ محمد اور اس کے اصحاب اس کے سد راہ ہو گئے ہیں۔ میں خیال نہیں کرتا کہ تم اسے بچا لو گے۔ فریاد! فریاد!"

اس خبر کو سن کر قریش کہنے لگے کہ کیا محمد اور اس کے اصحاب گمان کرتے ہیں کہ یہ قافلہ بھی عمرو بن حضرمی کی مانند ہو گا؟ ہرگز نہیں۔ اللہ کی قسم! انہیں معلوم ہو جائے گا کہ ایسا نہیں۔ غرض قریش جلدی سے نکلے۔ نیز اس خبر کے پہنچنے سے تمام مکہ میں ہل چل پڑ گئی، اس لئے کہ قریش میں کوئی مرد اور عورت ایسا نہ رہا تھا کہ جس نے اپنی پوری پونجی اور سرمایہ اس میں شریک نہ کر دیا ہو، اس لئے اس خبر کے سنتے ہی تمام مکہ میں جوش پھیل گیا اور ایک ہزار آدمی پورے سامان کے ساتھ نکل کھڑے ہوئے، ابوجہل سردارِ لشکر تھا۔

قریش نہایت کروفر اور سامان عیش وطرب کے ساتھ گانے بجانے والی عورتوں، طبلوں اور طبلچیوں کو ساتھ لے کر اکڑتے ہوئے اور اتراتے ہوئے روانہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

"اے مسلمانو! تم ان کافروں کی طرح مت ہو جانا جو اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے، اپنی قوت اور شوکت کو دکھلاتے ہوئے نکلے ہیں۔"

تقریباً تمام سردارانِ قریش شریکِ لشکر ہوئے صرف ابولہب کسی وجہ سے نہ جا سکا اور اپنے بجائے ابوجہل کے بھائی عاص بن ہشام کو روانہ کیا۔

عاص بن ہشام کے ذمہ ابولہب کے چار ہزار درہم قرض تھے اور مفلس ہو جانے کی وجہ سے ادا کرنے کی استطاعت نہ رہی تھی، اس لئے قرض کے دباؤ

Marfat.com

میں ابولہب کے عوض جنگ میں جانا قبول کیا اور اسی طرح امیہ بن خلف ناخلف نے بھی اول اول بدر میں جانے سے انکار کیا لیکن ابوجہل کے جبر اور اصرار سے ساتھ ہولیا۔

امیہ کے انکار کا سبب یہ تھا کہ سعد بن معاذ انصاری رضی اللہ عنہ زمانہ جاہلیت سے امیہ کے دوست تھے۔ امیہ جب بغرضِ تجارت شام جاتا تو راستہ میں مدینہ میں سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے پاس اترتا اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جب مکہ جاتے تو امیہ کے پاس اترتے، آنحضرت ﷺ کے ہجرت مدینہ کے بعد ایک مرتبہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ عمرہ کرنے کے لئے مکہ آئے اور حسبِ دستور امیہ کے پاس ٹھہرے اور امیہ سے یہ کہا کہ طواف کرنے کے لئے مجھے ایسے وقت لے چلو جب حرم لوگوں سے خالی ہو۔ امیہ دوپہر کے وقت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو لے کر نکلا، طواف کر رہے تھے کہ ابوجہل سامنے سے آگیا اور یہ کہنے لگا، اے ابوصفوان (یہ امیہ کی کنیت تھی) یہ تمہارے ساتھ کون شخص ہے، امیہ نے کہا سعد ہے، ابوجہل نے کہا میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ شخص اطمینان سے طواف کر رہا ہے۔ تم ایسے بے دینوں کو ٹھکانہ دیتے ہو اور ان کی اعانت اور امداد کرتے ہو۔ اے سعد! خدا کی قسم اگر ابوصفوان یعنی امیہ تمہارے ساتھ نہ ہوتا تو تم یہاں سے صحیح و سالم واپس نہیں جا سکتے تھے، سعد رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے کہا اگر تو مجھے طواف سے روکے گا تو خدا کی قسم میں مدینہ سے تیرا شام کا راستہ بند کر دوں گا۔ امیہ نے سعد سے کہا تم ابوالحکم (یعنی ابوجہل) پر اپنی آواز نہ بلند کرو، یہ اس وادی کا سردار ہے، سعد نے ترش روئی سے کہا کہ اے امیہ! بس رہنے دے، خدا کی قسم میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ ابوجہل حضور پرنور ﷺ کے اصحاب اور احباب کے ہاتھ سے قتل ہوگا۔ امیہ نے کہا کہ کیا میں مکہ میں مارا جاؤں گا، سعد نے کہا یہ مجھے معلوم نہیں کہ تو کہاں اور کس جگہ مارا

Marfat.com

جائے گا، یہ سن کر امیہ گھبرا گیا اور بہت ڈر گیا اور جا کر اپنی بیوی ام صفوان سے اس کا تذکرہ کیا اور ایک روایت میں ہے کہ امیہ نے یہ کہا واللہ ما یکذب محمد فکاد ان یحدث، خدا کی قسم محمد کبھی غلط نہیں کہتے اور قریب تھا کہ خوف و ہراس کی وجہ سے امیہ کا پیشاب اور پاخانہ خطا ہو جائے۔ امیہ پر اس درجہ خوف و ہراس غالب ہوا کہ یہ ارادہ کر لیا کہ کبھی مکہ سے باہر نہ نکلوں گا۔ چنانچہ جب ابو جہل نے لوگوں سے بدر کی طرف نکلنے کو کہا تو امیہ کو مکہ سے نکلنا بہت گراں تھا، اس کو اپنی جان کا ڈر تھا، ابو جہل امیہ کے پاس آیا اور چلنے کے لئے اصرار کیا، ابو جہل نے جب یہ دیکھا کہ امیہ چلنے پر تیار نہیں تو یہ کہا کہ آپ سردار ہیں، اگر آپ نہیں نکلیں گے تو آپ کی دیکھا دیکھی اور لوگ بھی نہیں نکلیں گے، غرض ابو جہل امیہ کو چمٹا رہا اور برابر اصرار کرتا رہا، بالآخر یہ کہا کہ اے ابو صفوان! تیرے لئے نہایت عمدہ اور تیز رو گھوڑا خریدوں گا تاکہ جہاں خطرہ محسوس کرو فوراً اس پر بیٹھ کر واپس آجاؤ، امیہ جانے کے لئے تیار ہو گیا اور گھر میں جا کر اپنی بیوی سے کہا کہ میرے سفر کا سامان تیار کر دو۔ بیوی نے کہا کہ اے ابو صفوان! تم کو اپنے یثربی بھائی کا قول یاد نہیں رہا، امیہ نے کہا کہ میرا ارادہ تھوڑی دور تک جانے کا ہے پھر واپس آجاؤں گا، پس امیہ اسی ارادہ سے روانہ ہوا اور جس منزل میں اترتا اپنا اونٹ ساتھ باندھتا مگر قضاء و قدر نے بھاگنے کا موقع نہیں دیا، بدر پہنچا اور میدانِ قتال میں صحابہ کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ غرض یہ کہ امیہ کو اپنے قتل کا یقین تھا۔ ابو جہل کی زبردستی سے ساتھ ہو لیا ابو جہل خود بھی تباہ ہوا اور دوسروں کو بھی تباہ کیا۔

روحاء سے چل کر جب آپ ﷺ مقام صفراء پر پہنچے تو بسبس اور عدی نے آکر آپ ﷺ کو قریش کی روانگی کی اطلاع دی۔ اس وقت آپ ﷺ نے مہاجرین اور انصار کو مشورہ کے لئے جمع فرمایا اور قریش کی اس شان سے روانگی کی

Marfat.com

خبر دی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سنتے ہی فوراً کھڑے ہو گئے اور نہایت خوبصورتی کے ساتھ اظہارِ جان نثاری فرمایا اور بسروچشم آپ کے اشارے کو قبول کیا اور دل و جان سے اطاعت کے لئے کمر بستہ ہو گئے۔ اس کے بعد عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے بھی نہایت خوبصورتی کے ساتھ اظہارِ جان نثاری فرمایا۔

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ نے بہت ہی بہترین تقریر کی جس کا مفہوم یہ ہے:

"یارسول اللہ (ﷺ)! جس چیز کا اللہ نے آپ ﷺ کو حکم دیا ہے اس کو انجام دیجیے، ہم سب آپ ﷺ کے ساتھ ہیں، خدا کی قسم ہم بنی اسرائیل کی طرح یہ ہرگز نہ کہیں گے کہ اے موسیٰ! تم اور تمہارا رب جا کر لڑ لو ہم تو یہیں بیٹھے ہیں، ہم بنی اسرائیل کے خلاف یہ کہیں گے کہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کا پروردگار جہاد و قتال کرے ہم بھی آپ کے ساتھ جہاد و قتال کریں گے۔"

محمد ابن اسحاق کی روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے یہ تقریر مقام صفراء میں فرمائی اور صحیح بخاری اور نسائی کی روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بدر کے دن یہ تقریر کی۔ لیکن دونوں روایتوں میں کوئی منافات نہیں۔ اول حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے یہ تقریر صفراء میں آپ ﷺ کے جواب میں کی اور بعدازاں مختلف مقامات پر لذت حاصل کرنے کے لئے ان جان نثارانہ اور مخلصانہ کلمات کو بار بار دہراتے رہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس وقت دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کا چہرہ انور فرطِ مسرت سے چمک اٹھا۔ ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مقداد کے لئے دعائے خیر فرمائی۔

ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم مدینہ میں تھے کہ رسول اللہ

Marfat.com

ﷺ نے ہم کو قافلہ ابی سفیان کی خبر دی اور فرمایا کہ اگر تم اس کی طرف خروج کرو تو عجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ تم کو غنیمت عطا فرمائے۔ ہم نے عرض کیا' بہتر ہے اور روانہ ہو گئے' جب ایک دو دن کا راستہ طے کر چکے' تب آپ ﷺ نے ہم کو مکہ سے قریش کے روانہ ہونے کی خبر دی اور جہاد و قتال کے لئے تیار ہو جانے کا ارشاد فرمایا۔ بعض لوگوں نے کچھ تامل کیا (کیونکہ گھر سے اس ارادہ سے نہ چلے تھے) حضرت مقداد کھڑے ہوئے اور اظہارِ جان نثاری فرمایا۔ کاش ہم سب ایسا ہی کہتے جیسا مقداد نے کہا۔ یعنی کاش ابتداءً ہم سب ایسا ہی کہتے اس لئے کہ بعد میں پھر سب نے یہی کیا، دلوں میں سب کے وہی تھا جو حضرت مقداد فرما رہے تھے۔

رسول اللہ ﷺ مع اپنے اصحاب کے بدر پہنچ گئے مگر قریش نے پہلے پہنچ کر پانی کے چشمہ پر قبضہ کر لیا اور مناسب موقعوں کو اپنے لئے چھانٹ لیا۔ بخلاف مسلمانوں کے کہ ان کو نہ پانی ملا اور نہ جگہ مناسب ملی۔ ریتلا میدان تھا جہاں چلنا ہی دشوار تھا۔ ریت میں پیر دھنس دھنس جاتے تھے۔ حق جل وعلا نے بارانِ رحمت نازل فرمائی جس سے تمام ریت جم گئی اور پانی جمع کرنے کے لئے مسلمانوں نے چھوٹے چھوٹے حوض بنائے تاکہ پانی وضو اور غسل کے کام آسکے۔ سورہ انفال میں حق تعالیٰ شانہ نے اس احسان کو ذکر فرمایا ہے۔

''اور اللہ تعالیٰ تم پر آسمان سے پانی برسا رہا تھا تاکہ تم کو پاک کر دے اور تم سے شیطان کی گندگی دور کر دے اور تاکہ تمہارے دلوں کو مضبوط کر دے اور تمہارے قدموں کو جما دے۔''

یہ پانی اگرچہ مسلمانوں نے اپنی ضرورت کے لئے جمع کر رکھا تھا مگر نبی اکرم ﷺ نے اپنے دشمنوں اور خون کے پیاسوں کو اس سے پینے کی اجازت دے دی۔

Marfat.com

جب شام ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی، زبیر بن عوام، سعد بن ابی وقاص اور چند صحابہ رضی اللہ عنہم کو قریش کی خبر لینے کے لئے روانہ فرمایا۔ اتفاق سے ان کے دو غلام ہاتھ آ گئے، ان کو پکڑ لائے اور دریافت کرنا شروع کیا۔ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے۔ ان غلاموں نے کہا ہم قریش کے سقہ ہیں پانی لانے کے لئے نکلے ہیں۔ ان لوگوں کو ان کے کہنے کا کچھ یقین نہ آیا اور یہ سمجھ کر ان کو کچھ مارا کہ شاید مار پیٹ کے خوف سے ابوسفیان کا کچھ حال بتلائیں۔ جب ان پر کچھ مار پڑی تو کہنے لگے کہ ہم ابوسفیان کے آدمی ہیں۔ یہ سن کر ان لوگوں نے مارنا چھوڑ دیا۔

رسول اللہ ﷺ جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ جب ان غلاموں نے سچ بولا تو تم نے ان کو مارا اور جب جھوٹ کہا تو چھوڑ دیا۔ خدا کی قسم یہ قریش کے آدمی ہیں (یعنی ابوسفیان کے ہمراہیوں میں سے نہیں) آپ ﷺ نے فرمایا کتنے لوگ ہیں۔ جواب دیا کہ بہت ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ان کی تعداد کتنی ہے۔ غلاموں نے کہا ہم کو ان کی شمار اور تعداد معلوم نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا روزانہ کھانے کے لئے کتنے اونٹ ذبح کرتے ہیں۔ جواب دیا کہ ایک دن نو اور ایک دن دس۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہزار اور نو سو کے درمیان ہیں۔

بعد ازاں آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ سردارانِ قریش میں سے کون کون ہیں۔ انہوں نے کہا کہ عتبہ اور شیبہ پسران ربیعہ، ابوالبختری بن ہشام، حکیم بن حزام، نوفل بن خویلد، حارث بن عامر، طعیمہ بن عدی، نضر بن الحارث، زمعہ بن اسود، ابوجہل بن ہشام، امیہ بن خلف، نبیہ اور منبہ پسران حجاج، سہیل بن عمرو اور عمرو بن عبدود، یہ سن کر آپ اصحاب کی طرف متوجہ ہوئے اور یہ فرمایا کہ مکہ نے آج اپنے تمام جگر گوشوں کو تمہاری طرف پھینک دیا ہے۔ الغرض اس طرح آپ

Marfat.com

ﷺ نے قریش کا حال معلوم کیا۔

جب صبح ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے لڑائی کی تیاری کی اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی رائے سے آپ ﷺ کے قیام کے لئے ٹیلہ پر ایک چھپر بنایا گیا۔

یہ چھپر ایک ایسے بلند ٹیلہ پر بنایا گیا جس پر کھڑے ہو کر تمام میدان کارزار نظر آتا تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ جس شب کی صبح کو میدان کارزار گرم ہونے والا تھا اس شب میں نبی کریم ﷺ ہم کو میدان کارزار کی طرف لے چلے تا کہ اہل مکہ کی قتل گاہیں ہم کو آنکھوں سے دکھلا دیں، چنانچہ آپ ﷺ اپنے دست مبارک سے اشارہ فرماتے جاتے تھے اور یہ کہتے جاتے تھے۔ ہذا مصرع فلاں غدا انشاء اللہ یہ ہے فلاں کی قتل گاہ صبح کو انشاء اللہ اور مقام قتل پر ہاتھ رکھ کر نام بنام اسی طرح صحابہ کو بتلاتے رہے۔ قسم ہے اس خدا کی جس نے آپ ﷺ کو حق دے کر بھیجا کسی ایک نے بھی اس جگہ سے سر مو تجاوز نہ کیا جہاں آپ ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے اس کے قتل کی طرف اشارہ فرمایا تھا۔

بعدازاں آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے یار غار رفیق جان نثار صدیق المہاجرین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس عریش (چھپر) میں داخل ہوئے اور دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ صدیق اور سعد بن معاذ چھپر کے دروازے پر تلوار لے کر کھڑے ہو گئے۔

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرماتے ہیں بدر کی شب میں کوئی شخص ہم میں سے ایسا نہ تھا جو سو نہ رہا ہو سوائے آپ ﷺ کی ذات بابرکات علیہ کے کہ تمام

Marfat.com

شب نماز اور دعا اور گریہ وزاری میں گزاری اور اسی طرح صبح کر دی۔

طلوع فجر ہوتے ہی آپ ﷺ نے یہ آواز دی۔"اے اللہ کے بندو نماز کا وقت آ گیا۔" آواز کا سننا تھا کہ سب جمع ہو گئے۔آپ ﷺ نے ایک درخت کی جڑ میں کھڑے ہو کر سب کو نماز پڑھائی اور نماز سے فارغ ہو کر اللہ کی راہ میں جانبازی اور سرفروشی کی ترغیب دی۔

بعدازاں آپ ﷺ نے اصحاب کی صفوں کو سیدھا کیا۔ادھر کفار کی صفیں تیار تھیں۔ماہ رمضان المبارک کی سترہ تاریخ ہے اور جمعہ کا روز ہے کہ ایک طرف سے حق کی جماعت اور دوسری طرف سے باطل کی جماعت میدانِ فرقان کی طرف بڑھی۔

رسول اللہ ﷺ نے جب قریش کی عظیم الشان جماعت کو پورے ساز و سامان کے ساتھ میدان کارزار کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا تو بارگاہ ایزدی میں یہ عرض کیا۔

''اے اللہ یہ قریش کا گروہ ہے جو تکبر اور غرور کے ساتھ مقابلہ کے لئے آیا ہے۔تیری مخالفت کرتا ہے اور تیرے بھیجے ہوئے پیغمبر کو جھٹلاتا ہے۔اے اللہ اپنی فتح ونصرت نازل فرما جس کا تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا اور اے اللہ ان کو ہلاک کر۔''

بعدازاں آپ ﷺ نے لشکر اسلام کو مرتب فرمایا۔ترتیب اور صف آرائی کے وقت دستِ مبارک میں ایک تیر تھا۔صف میں سے سواد بن غزیہ رضی اللہ عنہ ذرا آگے کو نکلے ہوئے تھے۔آپ ﷺ نے بطور تلطف سواد بن غزیہ کے پیٹ پر تیر کا ایک ہلکا سا کچوکہ دے کر فرمایا استویا سواد اے سواد سیدھا ہو جا۔سواد نے عرض کیا۔

"یارسول اللہ ﷺ آپ نے مجھ کو دردمند کیا اور تحقیق اللہ نے آپ

Marfat.com

ﷺ کو حق اور عدل کے ساتھ بھیجا ہے۔ میرا بدلہ دے دیجیے۔“

آپ ﷺ نے شکم مبارک سے پیراہن شریف کو اٹھا کر سواد سے فرمایا اپنا بدلہ لے لو۔ سواد رضی اللہ عنہ نے شکم مبارک کو گلے لگالیا اور بوسہ دیا اور عرض کیا یارسول اللہ شاید یہ آخری ملاقات ہو۔ آپ مسرور ہوئے اور سواد بن غزیہ رضی اللہ عنہ کے لئے دعائے خیر فرمائی۔

رسول اللہ ﷺ لشکر اسلام کو مرتب اور اس کی صفوف کو صفوفِ ملائکہ کی طرح درست اور ہموار فرما کر عریش میں تشریف لے گئے۔ صرف ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے ہمراہ عریش میں داخل ہوئے اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ تلوار لے کر عریش کے دروازہ پر کھڑے ہو گئے۔

قریش جب مطمئن ہوئے تو آغاز جنگ سے پہلے عمیر بن وہب جمحی کو مسلمانوں کی جماعت کا اندازہ لینے کے لئے بھیجا، عمیر بن وہب گھوڑے پر سوار ہو کر مسلمانوں کے ارد گرد پھر کر واپس آئے اور یہ کہا کہ کم وبیش تین سو آدمی ہیں لیکن مجھ کو ذرا مہلت دو کہ یہ دیکھ آؤں کہ مسلمانوں کی مدد کے لئے اور جماعت تو کہیں کمین گاہ میں چھپی ہوئی نہیں، چنانچہ عمیر گھوڑے پر سوار ہو کر دور دور ایک چکر لگا کر واپس آئے اور یہ کہا کہ کوئی کمین اور مدد نہیں لیکن اے گروہ قریش! میں یہ دیکھتا ہوں کہ یہ مدینہ کے اونٹ موت احمر (قتل) کو اپنے اوپر لادے ہوئے ہیں۔ اس قوم کا سوائے ان کی تلواروں کے کوئی پناہ اور سہارا نہیں۔ خدا کی قسم میں یہ دیکھتا ہوں کہ ان لوگوں میں سے ہر ایک جب تک اپنے مقابل کو نہ مارلے گا اس وقت تک ہرگز نہ مارا جائے گا۔ پس اگر ہمارے آدمی بھی انہیں کے برابر مارے گئے تو پھر زندگی کا لطف ہی کیا رہا۔ سوچ کر کوئی رائے قائم کرلو۔

حکیم بن حزام نے کہا بالکل درست ہے اور اٹھ کر عتبہ کے پاس گیا اور کہا

Marfat.com

اے ابوالولید! آپ قریش کے سردار اور بڑے ہیں۔ کیا آپ کو یہ پسند نہیں کہ ہمیشہ خیر اور بھلائی کے ساتھ آپ کا ذکر ہوتا رہے۔ عتبہ نے کہا کیا ہے۔ حکیم نے کہا کہ لوگوں کو لوٹا لے چلو اور عمرو بن حضرمی کا خون بہا اپنے ذمہ لے لو۔ عتبہ نے کہا میں عمرو بن حضرمی کا خون بہا اور دیت کا ذمہ دار ہوں، لیکن ابوجہل سے بھی مشورہ کرلو اور کھڑے ہو کر یہ خطبہ دیا۔

اے گروہ قریش! واللہ تم کو محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب سے جنگ کرکے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ یہ سب تمہارے قرابت دار ہیں۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ تم اپنے باپ اور بھائی بنی الاعمام اور بنی الاخوان کے قاتلوں کو دیکھتے رہو گے۔ محمد (ﷺ) اور عرب کو چھوڑ دو۔ اگر عرب نے محمد (ﷺ) کو ختم کر دیا تو تمہاری مراد پوری ہوئی اور اگر اللہ نے ان کو غلبہ دیا تو وہ بھی تمہارے لئے باعث عزت وشرف ہوگا کیونکہ وہ تمہاری ہی قوم کے ہیں (ان کا غلبہ تمہارا غلبہ ہے) دیکھو میری نصیحت کو رد مت کرو اور مجھ کو سفیہ اور نادان نہ بناؤ۔

حکیم بن حزام کہتے ہیں کہ میں ابوجہل کے پاس آیا، ابوجہل اس وقت زرہ پہن کر ہتھیار سجا رہا تھا۔ میں نے کہا عتبہ نے مجھ کو یہ پیام دے کر بھیجا ہے۔

ابوجہل سنتے ہی غصہ سے بھڑک اٹھا اور یہ کہا کہ عتبہ اس لئے بھی لڑائی سے جان چراتا ہے کہ اس کا بیٹا ابوحذیفہ مسلمانوں کے ساتھ ہے اس پر کوئی آنچ نہ آئے۔ خدا کی قسم ہم ہرگز واپس نہ جائیں گے جب تک اللہ ہمارے اور محمد (ﷺ) کے مابین فیصلہ نہ کر دے اور عمرو بن الحضرمی کے بھائی عامر بن الحضرمی کو بلا کر یہ کہا کہ یہ تیرا حلیف عتبہ لوگوں کو لوٹا کر لے جانا چاہتا ہے اور تیرے بھائی کا خون تیری آنکھوں کے سامنے ہے۔ عامر نے سنتے ہی واعمراہ واعمراہ ہائے عمرو ہائے عمرو کا نعرہ لگانا شروع کیا جس سے تمام فوج میں جوش پھیل گیا اور سب لڑائی

140890

Marfat.com

کے لئے تیار ہو گئے۔

ابو جہل کی طعن آمیز گفتگو کا یہ اثر ہوا کہ عتبہ ہتھیار سجا کر جنگ کے لئے تیار ہو گیا اور گروہ مشرکین میں سب سے پہلے عتبہ بن ربیعہ ہی اپنے بھائی شیبہ بن ربیعہ اور اپنے بیٹے ولید کو لے کر میدان میں آیا اور للکار کر اپنا مبارز اور مقابل طلب کیا۔

لشکر اسلام میں سے تین شخص مقابلہ کے لئے نکلے۔ عوف اور معوذ پسرانِ حارثؓ اور عبداللہ بن رواحہ۔ عتبہ نے پوچھا تم کون ہو۔ ان لوگوں نے کہا یعنی ہم گروہ انصار سے ہیں۔ عتبہ نے کہا ہم کو تم سے مطلب نہیں ہم تو اپنی قوم سے لڑنا چاہتے ہیں۔ ایک اور شخص نے للکار کر یہ آواز دی اے محمد! ہماری قوم میں سے ہمارے جوڑ کے ہم سے لڑنے کو بھیج۔

رسول اللہ ﷺ نے انصار کو حکم دیا کہ صف قتال کی طرف واپس آ جائیں اور حضرت علی اور حضرت حمزہ اور حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہم کو مقابلہ کے لئے نکلنے کا ارشاد فرمایا۔ حسبِ الارشاد یہ تینوں مقابلہ کے لئے نکلے۔ چہروں پر چونکہ نقاب تھے اس لئے عتبہ نے دریافت کیا تم کون ہو۔ عبیدہ نے کہا میں عبیدہ ہوں۔ حمزہ نے کہا میں حمزہ ہوں۔ علی نے کہا میں علی ہوں۔ عتبہ نے کہا ہاں تم ہماری جوڑ اور برابر کے ہو اور محترم ہو۔

اس کے بعد جنگ شروع ہوگئی عبیدہ رضی اللہ عنہ عتبہ کے مقابلہ میں نکلے اور حمزہ رضی اللہ عنہ شیبہ کے اور علی رضی اللہ عنہ ولید کے مقابل ہوئے۔ حضرت علی اور حضرت حمزہ علیہما السلام نے تو اپنے اپنے مقابل کا ایک ہی وار میں کام تمام کر دیا، عبیدہ رضی اللہ عنہ خود بھی زخمی ہوئے اور اپنے مقابل کو بھی زخمی کیا۔ بالآخر عتبہ نے حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ پر تلوار کا ایسا وار کیا جس سے حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کے پیر کٹ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حمزہ

Marfat.com

رضی اللہ عنہ اپنے اپنے مقابل سے فارغ ہو کر حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کی امداد کو پہنچے اور عتبہ کا کام تمام کیا اور عبیدہ رضی اللہ عنہ کو اٹھا کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے آئے۔ عبیدہ رضی اللہ عنہ کی پنڈلی کی ہڈی سے خون جاری تھا۔ عبیدہ رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا میں شہید ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔

عتبہ اور شیبہ کے قتل کے بعد میدانِ کارزار گرم ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چھپر سے برآمد ہوئے اور صحابہ کی صفوف کو ہموار کیا اور پھر ابوبکر صدیق کو ساتھ لئے ہوئے عریش (چھپر) میں واپس تشریف لے گئے اور سعد بن معاذ تلوار لے کر چھپر کے دروازے پر کھڑے ہو گئے۔ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اپنے اصحاب اور احباب کی قلت اور بے سروسامانی کو اور اعداء کی کثرت اور قوت کو دیکھا تو نماز کے لئے کھڑے ہو گئے اور دو رکعت نماز پڑھی اور دعا میں مشغول ہو گئے اور یہ دعا مانگتے تھے۔

"اے اللہ میں تیرے عہد اور وعدوں کی وفا کی درخواست کرتا ہوں۔
اے اللہ اگر تو چاہے تو تیری پرستش نہ ہو۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر خشوع اور خضوع کی ایک خاص کیفیت طاری تھی۔ بارگاہِ خداوندی میں کبھی سربسجود و تضرع وابتہال فرماتے اور کبھی سائلانہ اور فقیرانہ ہاتھ پھیلا پھیلا کر فتح اور نصرت کی دعا مانگتے تھے۔ محویت کا یہ عالم تھا کہ دوشِ مبارک سے رداء گر گر پڑتی تھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ میں نے بدر کے دن کچھ قتال کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف آیا، دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سربسجود ہیں اور یاحی یاقیوم کہتے جاتے ہیں۔ میں لوٹ گیا اور قتال میں مصروف ہو گیا اور کچھ دیر بعد پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف آیا، پھر اسی حال میں پایا، تین مرتبہ اسی حال میں پایا تو چوتھی بار اللہ نے فتح

Marfat.com

دی۔ (رواہ النسائی والحاکم)

صحیح مسلم میں ابن عباس سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے بیان کیا کہ جب بدر کا دن ہوا اور رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ مشرکین مکہ ایک ہزار ہیں اور آپ ﷺ کے اصحاب تین سو سے کچھ زیادہ ہیں تو آپ ﷺ عریش (چھپر) میں تشریف لے گئے اور مستقبل قبلہ ہوکر بارگاہ خداوندی میں دعا کے لئے ہاتھ پھیلائے۔

”اے اللہ تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے اس کو پورا فرما اے اللہ اگر مسلمانوں کی یہ جماعت ہلاک ہوگئی تو پھر زمین میں تیری پرستش نہ ہوگی۔“

دیر تک ہاتھ پھیلائے ہوئے یہی دعا فرماتے رہے کہ اے اللہ! اگر یہ جماعت ہلاک ہوگئی تو پھر زمین پر تیری پرستش نہ ہوگی۔ اسی حالت میں چادر مبارک دوشِ مبارک سے گر پڑی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے چادر اٹھا کر دوش مبارک پر ڈال دی اور پیچھے سے آ کر آپ ﷺ کی کمر سے چمٹ گئے۔ یہ صحیح مسلم کی روایت ہے۔ بخاری کی روایت میں ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑ لیا اور عرض کیا۔ ”بس کافی ہے۔ تحقیق آپ نے اللہ کے حضور میں بہت الحاح اور آہ و زاری کی۔“

اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار اور پھر تین ہزار اور پھر پانچ ہزار فرشتے مسلمانوں کی امداد کے لئے اتارے۔ چونکہ اس جنگ میں کفار و مشرکین کی امداد کے لئے ابلیس لعین اپنا لشکر لے کر حاضر ہوا۔ اس لئے حق جل وعلا نے مسلمانوں کی امداد کے لئے جبرئیل و میکائیل و اسرافیل کی سرکردگی میں آسمان سے اپنے فرشتوں کا لشکر نازل فرمایا، چونکہ شیطان خود سراقہ بن مالک کی شکل میں اور اس کے لشکر کے لوگ بنی مدلج کے مردوں کی شکل میں ظاہر ہوئے، جیسا کہ دلائل بیہقی

Marfat.com

اور دلائل ابی نعیم میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اسی وجہ سے فرشتے بھی مردوں ہی کی شکل میں نمودار ہوئے جیسا کہ علامہ سہیلی اور امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح کی ہے۔

ابو اسید ساعدی رضی اللہ عنہم (جو صحابہ بدریین میں سے ہیں) فرماتے ہیں کہ بدر کے دن فرشتے زرد رنگ کے عماموں میں اترے۔ شملے مونڈھوں کے درمیان چھوڑے ہوئے تھے اور ایسا ہی ابن ابی حاتم نے زبیر بن عوام سے روایت کیا ہے اور زبیر رضی اللہ عنہ خود بھی بدر کے دن زرد عمامہ باندھے ہوئے تھے۔

عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بدر کے دن صف میں کھڑا تھا۔ اچانک نظر جو پڑی تو دیکھتا کیا ہوں کہ میرے دائیں بائیں انصار میں سے دو نوجوان ہیں۔ اس لئے مجھ کو اندیشہ ہوا کہ لوگ آ کر مجھ کو دو لڑکوں کے درمیان کھڑا دیکھ کر نہ آ گھیریں۔

اسی خیال میں تھا کہ ایک نے آہستہ سے کہا: اے چچا! مجھ کو ابوجہل دکھاؤ کہ کونسا ہے۔ میں نے کہا اے میرے بھتیجے ابوجہل کو دیکھ کر کیا کرو گے۔ اس نوجوان نے کہا: میں نے اللہ سے یہ عہد کیا ہے کہ اگر ابوجہل کو دیکھ پاؤں تو اس کو قتل کر ڈالوں یا خود مارا جاؤں اس لئے کہ مجھ کو خبر ملی ہے کہ ابوجہل رسول اللہ ﷺ کو تنگ کرتا ہے۔ قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ اگر اس کو دیکھ پاؤں تو میرا سایہ اس کے سایہ سے جدا نہ ہوگا۔ یہاں تک کہ ہم میں سے جس کی موت پہلے مقدر ہو چکی ہے یعنی کہ پہلے نہ مرجائے۔

ان کی یہ گفتگو سن کر دل سے یہ آرزو جاتی رہی کہ کاش میں بجائے دو لڑکوں کے دو مردوں کے مابین ہوتا۔ میں نے اشارہ سے ابوجہل کو بتایا۔ سنتے ہی شکر ہ اور باز کی طرح ابوجہل پر دوڑ پڑے اور اس کا کام تمام کیا۔

Marfat.com

یہ دونو جوان عفراء کے بیٹے معاذ اور معوذ تھے۔

عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن ابی بکر بن حزم، معاذ بن عمرو بن الجموح سے راوی ہیں کہ میں ابوجہل کی تاک میں تھا۔ جب موقع پڑا تو اس زور سے تلوار کا وار کیا کہ ابوجہل کی ٹانگ کٹ گئی۔

ابوجہل کے بیٹے عکرمہ نے (جو فتح مکہ میں مشرف باسلام ہوئے) باپ کی حمایت میں معاذ رضی اللہ عنہ کے شانہ پر اس زور سے تلوار ماری کہ ہاتھ کٹ گیا لیکن تسمہ لگا رہا۔ ہاتھ بیکار ہو کر لٹک گیا مگر سبحان اللہ معاذ شام تک اسی حالت میں لڑتے رہے۔ جب ہاتھ کے لٹکنے سے تکلیف زیادہ ہونے لگی تو ہاتھ کو قدم کے نیچے دبا کر زور سے کھینچا کہ وہ تسمہ علیحدہ ہو گیا۔ عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت تک زندہ رہے۔ مگر معوذ بن عفراء ابوجہل سے فارغ ہو کر لڑائی میں مشغول ہو گئے یہاں تک کہ جام شہادت نوش فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

بحمداللہ فتح مبین پر لڑائی کا خاتمہ ہوا۔ قریش کے ستر آدمی قتل اور ستر گرفتار اور اسیر ہوئے۔ مقتولین کی لاشوں کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے بدر کے کنوئیں میں ڈالنے کا حکم دیا، مگر امیہ بن خلف کہ اس کی لاش اس قدر پھول گئی تھی کہ جب زرہ نکالنے کا ارادہ کیا تو اس کی لاش کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ اس لئے وہیں مٹی میں دبا دی گئی۔

جب عتبہ بن ربیعہ کی لاش کنویں میں ڈالی جانے لگی تو رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ عتبہ کے بیٹے ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کے چہرے پر حزن اور ملال کے آثار ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابوحذیفہ کیا باپ کی اس حالت کو دیکھ کر تیرے دل میں کچھ خیال گزرا ہے۔ ابوحذیفہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! خدا کی قسم کوئی خیال نہیں، صرف اتنی بات ہے کہ میرا باپ صاحب رائے، حلیم، بردبار اور صاحب

Marfat.com

فضل تھا۔ اس لئے امید تھی کہ یہ فہم و فراست اسلام کی طرف رہنمائی کرے گی لیکن جب اس کو کفر پر مرتے دیکھا تو رنج ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کے لئے دعائے خیر فرمائی۔ بعدازاں رسول اللہ ﷺ نے اس فتح مبین کی بشارت اور خوشخبری سنانے کے لئے مدینہ منورہ قاصد روانہ فرمائے۔ اہلِ عالیہ کی طرف عبداللہ بن رواحہ کو اور اہلِ سافلہ کی طرف زید بن حارثہ کو روانہ فرمایا۔

زید بن حارثہ اور عبداللہ بن رواحہ کو مدینہ منورہ روانہ فرمانے کے بعد آپ ﷺ روانہ ہوئے اور اسیرانِ بدر کا قافلہ آپ ﷺ کے ہمراہ تھا۔ مال غنیمت عبداللہ بن کعب انصاری کے سپرد فرمایا۔

جب آپ ﷺ مقام روحاء میں پہنچے تو آپ ﷺ کو کچھ مسلمان ملے جنہوں نے آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کے اصحاب کو اس فتح مبین کی مبارک باد دی۔ اس پر سلمہ بن سلامہ نے کہا: کس چیز کی مبارک باد دیتے ہو۔ خدا کی قسم بڑھیوں سے پالا پڑا۔ رسی میں بندھے ہوئے اونٹوں کی طرح ان کو ذبح کر کے ڈال دیا۔ (یعنی ہم نے کوئی بڑا کام ہی نہیں کیا جس پر ہم مبارک باد کے مستحق ہوں) رسول اللہ ﷺ یہ سن کر مسکرائے اور یہ فرمایا یہی تو مکہ کے سادات اور اشراف تھے۔

فتح کے بعد آنحضرت ﷺ نے بدر میں تین روز قیام فرمایا۔ تین روز قیام کے بعد مدینہ منورہ کی طرف متوجہ ہوئے اور مال غنیمت عبداللہ بن کعب کے سپرد فرمایا اور مقام صفراء میں پہنچ کر مال غنیمت کو تقسیم فرمایا۔ ہنوز مال غنیمت کی تقسیم کی نوبت نہیں آئی تھی کہ اصحابِ بدر مال غنیمت کی تقسیم میں مختلف الرائے ہو گئے۔ جوان یہ کہتے تھے کہ مال غنیمت ہمارا حق ہے کہ ہم نے کافروں کو قتل کیا۔ بوڑھے چونکہ جھنڈوں کے نیچے رہے اور قتل و قتال میں زیادہ حصہ نہیں لیا وہ یہ کہتے

Marfat.com

تھے کہ ہم کو بھی مال غنیمت میں شریک کیا جائے۔ اس لئے کہ جو کچھ فتح ہوا وہ ہماری پشت پناہی سے فتح ہوا اگر خدانخواستہ تم کو شکست ہوتی تو ہماری ہی پناہ لیتے اور ایک جماعت کہ جو نبی کریم ﷺ کی حفاظت کر رہی تھی وہ اپنے کو اس مال کا مستحق سمجھتی تھی۔ اس پر قرآن مجید کی آیت مبارکہ نازل ہوئی کہ آپ ﷺ سے مال غنیمت کا حکم پوچھتے ہیں۔ آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ مال غنیمت اللہ کا ہے اور اس کے رسول کا ہے یعنی مال غنیمت کے مالک حق تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ اللہ کے نائب ہیں۔ جس طرح مناسب سمجھیں، تقسیم کر دیں۔ مقام صفراء میں پہنچ کر آپ ﷺ نے یہ تمام مال مسلمانوں میں برابر تقسیم کر دیا۔

Marfat.com

غزوہ بنو قینقاع (۱۵ شوال یوم شنبہ ۲ ھجری)

بنی قینقاع عبداللہ بن سلام کی برادری کے لوگ تھے۔ نہایت شجاع اور بہادر تھے۔ زرگری کا کام کرتے تھے۔ شوال کی پندرہ سولہ تاریخ کو بروز شنبہ رسول اللہ ﷺ ان کے بازار میں تشریف لے گئے اور سب کو جمع کر کے وعظ فرمایا۔

یا معشر یہود احذروا من اللہ مثل ما نزل بقریش من النقمة واسلموا فانکم قد عرفتم انی نبی مرسل تجدون ذلك فی کتابکم وعهد الله الیکم

"اے گروہ یہود! اللہ سے ڈرو جیسے بدر میں قریش پر خدا کا عذاب نازل ہوا، کہیں اسی طرح تم پر نازل نہ ہو۔ اسلام لے آؤ اس لئے کہ تحقیق تم خوب پہچانتے ہو کہ میں بالیقین اللہ کا نبی اور اس کا رسول ہوں جس کو تم اپنی کتابوں میں لکھا ہوا پاتے ہو اور اللہ نے تم سے اس کا عہد لیا ہے۔"

یہود یہ سنتے ہی مشتعل ہو گئے اور یہ جواب دیا کہ آپ اس خوش فہمی میں ہرگز نہ رہنا کہ ایک ناواقف اور ناتجربہ کار قوم یعنی قریش سے مقابلہ میں آپ غالب آ گئے۔ واللہ اگر ہم سے مقابلہ ہوا تو خوب معلوم ہو جائے گا کہ ہم مرد ہیں۔ اس پر حق جل وعلا نے یہ آیت نازل فرمائی۔

Marfat.com

قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِىْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْىَ الْعَيْنِ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِى الْاَبْصَارِ

''تحقیق تمہارے لئے نشانی ہے ان دو جماعتوں میں کہ باہم ایک دوسرے سے لڑی، ایک جماعت تو خدا کی راہ میں قتال کرتی تھی اور دوسری جماعت کافروں کی تھی کہ مسلمانوں کو اپنے سے دو چند دیکھتی تھی کھلی آنکھوں سے اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں اپنی امداد سے قوت دیتے ہیں۔ تحقیق اس میں عبرت ہے اہلِ بصیرت کے لئے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تھے تو بنی قینقاع، بنی قریظہ اور بنی نضیر سے یہ معاہدہ ہوا تھا کہ ہم نہ آپ سے جنگ کریں گے اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن کو کسی قسم کی مدد دیں گے، مگر سب سے پہلے بنی قینقاع نے عہد شکنی کی اور نہایت درشتی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیا اور آمادہ جنگ ہو گئے۔

یہ لوگ مضافاتِ مدینہ میں رہتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں اپنے بجائے ابولبابہ بن عبدالمنذر انصاری کو مقرر فرما کر بنی قینقاع کی طرف خروج فرمایا۔ ان لوگوں نے قلعہ میں داخل ہو کر دروازہ بند کرلیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پندرہ شوال سے لے کر غرہ ذی قعدہ تک ان کا محاصرہ فرمایا۔ مجبور ہو کر سولھویں روز یہ لوگ قلعہ سے اتر آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مشکیں باندھنے کا حکم دیا۔

راس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول کی الحاح وزاری کی وجہ سے قتل سے تو درگزر فرمایا، مگر مال واسباب لے کر جلاوطنی کا حکم دے دیا اور مالِ غنیمت لے کر مدینہ واپس ہوئے۔ ایک خمس خود لیا اور چار خمس غانمین پر تقسیم فرمایا۔ بدر

Marfat.com

کے بعد یہ پہلا خمس تھا جو رسول اللہ ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے لیا۔

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قینقاع سے میرے حلیفانہ تعلقات تھے۔ ان کی اس شرارت اور بدعہدی کو دیکھ کر ان سے تعلق قطع کرلیا اور ان سے تبری اور بیزاری کا اعلان کیا۔

یا رسول اللہ اتبرأ الی اللہ والی رسولہ واتولی اللہ ورسولہ والمؤمنین وابرا من حلف الکفار وولایتھم

"یارسول اللہ (ﷺ)! میں آپ کے دشمنوں سے بری اور بیزار ہو کر اللہ اور اس کے رسول کی طرف آتا ہوں، اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور اہل ایمان اپنا دوست اور حلیف بناتا ہوں، اور کافروں کی دوستی اور عہد سے بالکلیہ بری اور علیحدہ ہوتا ہوں۔"

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ ایمان کے لئے جیسے اللہ اور اس کے رسول اور عباد مومنین کی محبت ضروری ہے، اسی طرح اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دشمنوں سے عداوت ونفرت، بیزاری اور برأت کا اعلان بھی ضروری ہے۔

Marfat.com

غزوۂ سویق (۵ ذی الحجہ ۲ ھجری)

بدر سے جب مشرکین کا ہزیمت خوردہ لشکر خائب و خاسر مکہ پہنچا، تو ابوسفیان بن حرب نے یہ قسم کھائی کہ جب تک مدینہ پر حملہ نہ کرلوں گا اس وقت تک غسل جنابت نہ کروں گا۔

چنانچہ اپنی قسم پوری کرنے کے لئے شروع ذی الحجہ میں دوسو سواروں کو ہمراہ لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہوا، مقام عریض میں پہنچ کر جو مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے ایک کھجور کے باغ میں گھسے، وہاں دو شخص زراعت کے کام میں مصروف تھے۔ ایک شخص انصار میں سے تھا اور دوسرا اجیر تھا دونوں کو قتل کیا اور کچھ درخت جلائے اور سمجھے کہ ہماری قسم پوری ہوگئی اور بھاگ گئے۔

رسول اللہ ﷺ کو علم ہوا تو بتاریخ ۵ ذی الحجہ یوم یکشنبہ دوسو مہاجرین اور انصار کو لے کر ابوسفیان کے تعاقب میں روانہ ہوئے، مگر کوئی ہاتھ نہ آیا۔ یہ لوگ پہلے ہی نکل بھاگے تھے۔ چلتے وقت بوجھ ہلکا کرنے کے لئے ستو کے جو تھیلے ہمراہ لائے تھے وہ چھوڑ گئے تھے وہ سب مسلمانوں کو ہاتھ آئے، اس لئے اس غزوہ کا نام غزوۃ السویق ہے یعنی ستو والا غزوہ۔

Marfat.com

غزوہ غطفان (محرم الحرام ۳ ہجری)

غزوہ سویق سے واپسی کے بعد بقیہ ذی الحجہ آپ ﷺ مدینہ منورہ ہی میں مقیم رہے۔ اسی اثناء میں آپ کو یہ خبر پہنچی کہ بنی ثعلبہ اور بنی محارب (جو کہ قبیلہ غطفان کی شاخیں ہیں) نجد میں جمع ہو رہے ہیں اور ان کا ارادہ یہ ہے کہ اطراف مدینہ میں لوٹ ڈالیں اور دعثور غطفانی ان کا سردار تھا۔ ماہ محرم الحرام ۳ھ میں آپ ﷺ نے غطفان پر چڑھائی کی غرض سے نجد کی طرف خروج فرمایا اور مدینہ میں عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر فرمایا اور چار سو پچاس صحابہ آپ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ غطفانی آپ ﷺ کی خبر سنتے ہی پہاڑوں میں منتشر ہو گئے۔ صرف ایک شخص بنی ثعلبہ کا ہاتھ آیا۔ صحابہ نے پکڑ کر اس کو آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ ﷺ نے اس کو اسلام کی دعوت دی وہ اسلام لے آیا۔ صفر کا پورا مہینہ وہیں گزرا لیکن کوئی شخص مقابلہ پر نہ آیا۔ بلا جدال و قتال ربیع الاول میں مدینہ واپس تشریف لائے۔ اس سفر میں یہ واقعہ پیش آیا کہ راستے میں بارش ہو گئی اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے کپڑے بھیگ گئے۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے بھیگے ہوئے کپڑے درخت پر سوکھنے کے لئے ڈال دیئے اور خود اس درخت کے نیچے لیٹ گئے۔ وہاں کے اعراب آپ ﷺ کو دیکھ رہے تھے۔ اعراب نے اپنے سردار

Marfat.com

دعشور سے جو ان میں بڑا بہادر تھا یہ کہا کہ محمد (ﷺ) اس درخت کے نیچے تنہا لیٹے ہوئے ہیں اور ان کے اصحاب منتشر ہیں تو جا کر ان کو قتل کر آؤ دعشور نے ایک نہایت تیز تلوار لی اور برہنہ تلوار لے کر آپ ﷺ کے پاس کھڑا ہوگیا اور کہا اے محمد ﷺ بتاؤ آج تم کو میری تلوار سے کون بچائے گا، آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ بچائے گا۔ آپ ﷺ کا یہ فرمانا تھا کہ جبرئیل امین علیہ السلام نے اس کے سینہ میں مکہ مارا، اسی وقت تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی اور حضور پرنور علیہ السلام نے اس کو اٹھا لیا اور دعشور سے فرمایا کہ تم بتاؤ کہ اب تم کو میری تلوار سے کون بچائے گا اس نے کہا کوئی نہیں اور اسلام لے آیا اور کلمہ پڑھا۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمداً رسول اللہ اور یہ وعدہ کیا کہ اب آپ ﷺ کے مقابلہ کے لئے فوج جمع نہ کروں گا۔ آپ ﷺ نے دعشور کو تلوار واپس کر دی، دعشور تھوڑی دور چلا اور واپس آیا اور یہ عرض کیا واللہ مجھ سے آپ ﷺ بہتر ہیں، دعشور جب اپنی قوم کی طرف واپس آیا تو لوگوں نے اس سے کہا کہ جو بات تو کہہ کر گیا تھا وہ کہاں گئی، اس پر دعشور نے سارا ماجرا بیان کیا اور کہا اس طرح غیب سے میرے سینہ میں ایک مکا لگا جس سے میں چت گر پڑا۔ اس طرح گرنے سے میں نے پہچان لیا اور یقین کر لیا کہ وہ مکا مارنے والا کوئی فرشتہ ہے۔ اس لئے اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْ هَمَّ قَوْمٌ أَنْ يَّبْسُطُوْا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ

”اے ایمان والو! اللہ کے اس انعام کو یاد کرو کہ جب ایک قوم نے یہ قصد کیا کہ تم پر ہاتھ چلائیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ روک دیئے۔“

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسی قسم کا واقعہ اور قصہ غزوہ ذات الرقاع

Marfat.com

میں بھی مروی ہوا ہے۔ واقدی نے اس قصہ کو غزوہ غطفان کے بیان میں ذکر کیا ہے۔ اگر یہ محفوظ ہے تو یہ دو مختلف قصے ہیں ایک غزوہ غطفان میں پیش آیا اور ایک غزوہ ذات الرقاع میں۔ علامہ زرقانی فرماتے ہیں کہ محققین کی رائے یہ ہے کہ یہ دو قصے علیحدہ علیحدہ ہیں۔

Marfat.com

غزوۂ اُحد (شوال المکرم ۳ ہجری)

ہجرت کے تیسرے سال کا سب سے بڑا واقعہ ”غزوہ احد“ ہے۔ ”احد“ ایک پہاڑ کا نام ہے جو مدینہ منورہ سے تقریباً تین میل دور ہے چونکہ حق و باطل کا یہ عظیم معرکہ اسی پہاڑ کے دامن میں درپیش ہوا۔ اسی لئے یہ جنگ ”غزوۂ احد“ کے نام سے مشہور ہے اور قرآن مجید کی مختلف آیتوں میں اس لڑائی کے واقعات کا خداوند عالم نے تذکرہ فرمایا ہے۔

غالباً آپ پچھلے صفحات میں یہ پڑھ ہی چکے ہونگے کہ جنگ بدر میں ستر کفار قتل اور ستر گرفتار ہوئے تھے اور جو قتل ہوئے ان میں سے اکثر کفار قریش کے سردار، بلکہ تاجدار تھے، اس بنا پر مکہ کا ایک ایک گھر ماتم کدہ بنا ہوا تھا اور قریش کا بچہ بچہ جوش انتقام میں آتش غیظ و غضب کا تنور بن کر مسلمانوں سے لڑنے کے لئے بیقرار تھا۔ عرب خصوصاً قریش کا یہ طرۂ امتیاز تھا کہ وہ اپنے ایک ایک مقتول کے خون کا بدلہ لینے کو اتنا بڑا قرض سمجھتے تھے جس کو ادا کئے بغیر گویا ان کی ہستی قائم نہیں رہ سکتی تھی۔ چنانچہ جنگ بدر کے مقتولوں کے ماتم سے جب قریشیوں کو فرصت ملی تو انہوں نے یہ عزم کر لیا کہ جس قدر ممکن ہو جلد سے جلد مسلمانوں سے اپنے مقتولوں کے خون کا بدلہ لینا چاہئے، چنانچہ ابو جہل کا بیٹا عکرمہ اور امیہ کا لڑکا صفوان

Marfat.com

اور دوسرے کفار قریش جن کے باپ، بھائی، بیٹے، جنگ بدر میں قتل ہو چکے تھے۔ وہ سب کے سب ابوسفیان کے پاس گئے اور کہا کہ مسلمانوں نے ہماری قوم کے تمام سرداروں کو قتل کر ڈالا ہے۔ اس کا بدلہ لینا ہمارا قومی فریضہ ہے لہٰذا ہماری خواہش ہے کہ قریش کی مشترکہ تجارت میں اس سال جتنا نفع ہوا ہے وہ سب قوم کے جنگی فنڈ میں جمع ہو جانا چاہئے ار۔ اس رقم سے بہترین، ہتھیار خرید کر اپنی لشکری طاقت بہت جلد مضبوط کر لینی چاہئے اور پھر ایک عظیم فوج لے کر مدینہ پر چڑھائی کر کے بانی اسلام اور مسلمانوں کو دنیا سے نیست و نابود کر دینا چاہئے۔ ابوسفیان نے خوشی خوشی قریش کی اس درخواست کو منظور کر لیا۔ لیکن قریش کو جنگ بدر سے یہ تجربہ ہو چکا تھا کہ مسلمانوں سے لڑنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ آندھیوں اور طوفانوں کا مقابلہ، سمندر کی موجوں سے ٹکرانا، پہاڑوں سے ٹکر لینا بہت آسان ہے مگر محمد رسول اللہ ﷺ کے عاشقوں سے جنگ کرنا بڑا ہی مشکل کام ہے اس لئے انہوں نے اپنی جنگی طاقت میں بہت اضافہ کرنا نہایت ضروری خیال کیا۔ چنانچہ ان لوگوں نے ہتھیاروں کی تیاری اور سامان جنگ کی خریداری میں پانی کی طرح روپیہ بہانے کے ساتھ ساتھ پورے عرب میں جنگ کا جوش اور لڑائی کا بخار پھیلانے کے لئے بڑے بڑے شاعروں کو منتخب کیا۔ جو اپنی آتش بیانی سے تمام قبائل عرب میں جوش انتقام کی آگ لگا دیں۔ عمرو جمحی اور مسافع یہ دونوں اپنی شاعری میں طاق اور آتش بیانی میں شہرۂ آفاق تھے ان دونوں نے باقاعدہ دورہ کر کے تمام قبائل عرب میں ایسا جوش اور اشتعال پیدا کر دیا کہ بچہ بچہ "خون کا بدلہ" کا نعرہ لگاتے ہوئے مرنے اور مارنے پر تیار ہو گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک بہت بڑی فوج تیار ہو گئی۔ مردوں کے ساتھ ساتھ بڑے بڑے معزز اور مالدار گھرانوں کی عورتیں بھی جوش انتقام سے لبریز ہو کر فوج میں شامل ہو گئیں۔ جن

Marfat.com

کے باپ، بھائی، بیٹے، شوہر جنگ بدر میں قتل ہوئے تھے، ان عورتوں نے قسم کھالی تھی کہ ہم اپنے رشتہ داروں کے قاتلوں کا خون پی کر ہی دم لیں گے۔ حضور ﷺ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے ہند کے باپ عتبہ اور جبیر بن مطعم کے چچا کو جنگ بدر میں قتل کیا تھا۔ اس بنا پر "ہند" نے "وحشی" کو جو جبیر بن مطعم کا غلام تھا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قتل پر آمادہ کیا اور یہ وعدہ کیا کہ اگر اس نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا تو وہ اس کارگزاری کے صلہ میں آزاد کر دیا جائے گا۔

الغرض بے پناہ جوش وخروش اور انتہائی تیاری کے ساتھ لشکر کفار مکہ سے روانہ ہوا اور ابوسفیان اس لشکر جرار کا سپہ سالار بنا حضور ﷺ کے چچا عباس رضی اللہ عنہ جو خفیہ طور پر مسلمان ہو چکے تھے اور مکہ میں رہتے تھے۔ انہوں نے ایک خط لکھ کر حضور ﷺ کو کفار قریش کی لشکر کشی سے مطلع کر دیا۔ جب آپ ﷺ کو یہ خوفناک خبر ملی تو آپ ﷺ نے ۵ شوال ۳ھ کو حضرت عدی بن فضالہ رضی اللہ عنہ کے دونوں لڑکوں حضرت انس اور حضرت سونس رضی اللہ عنہما کو جاسوس بنا کر کفار قریش کے لشکر کی خبر لانے کے لئے روانہ فرمایا۔ چنانچہ ان دونوں نے آ کر یہ پریشان کن خبر سنی کہ ابو سفیان کا لشکر مدینہ کے بالکل قریب آ گیا ہے اور ان کے گھوڑے مدینہ کی چراگاہ (عریض) کی تمام گھاس چر گئے۔

یہ خبر سن کر ۱۴ شوال ۳ھ جمعہ کی رات میں حضرت سعد بن معاذ و حضرت اسید بن حضیر و حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہم ہتھیار لے کر چند انصاریوں کے ساتھ رات بھر کاشانۂ نبوت کا پہرہ دیتے رہے اور شہر مدینہ کے اہم ناکوں پر بھی انصار کا پہرہ بٹھا دیا گیا۔ صبح کو حضور ﷺ نے انصار و مہاجرین کو جمع فرما کر مشورہ طلب فرمایا کہ شہر کے اندر رہ کر دشمنوں کی فوج کا مقابلہ کیا جائے یا شہر سے باہر نکل کر میدان میں یہ جنگ لڑی جائے؟ مہاجرین نے عام طور پر اور انصار میں

Marfat.com

سے بڑے بوڑھوں نے یہ رائے دی کہ عورتوں اور بچوں کو قلعوں میں محفوظ کر دیا جائے یا شہر کے اندر رہ کر دشمنوں کا مقابلہ کیا جائے۔ منافقوں کا سردار عبداللہ بن ابی بھی اس مجلس میں موجود تھا اس نے بھی یہی کہا کہ شہر میں پناہ گیر ہو کر کفار قریش کے حملوں کی مدافعت کی جائے مگر چند کمسن نوجوان جو جنگ بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے اور جوش جہاد میں آپے سے باہر ہو رہے تھے وہ اس رائے پر اڑ گئے کہ میدان میں نکل کر ان دشمنان اسلام سے فیصلہ کن جنگ لڑی جائے حضور ﷺ نے سب کی رائے سن کی۔ پھر مکان میں جا کر ہتھیار زیب تن فرمایا اور باہر تشریف لائے۔ اب تمام لوگ اس بات پر متفق ہو گئے کہ شہر کے اندر رہ کر کفار قریش کے حملوں کو روکا جائے مگر حضور ﷺ نے فرمایا کہ پیغمبر کے لئے یہ زیبا نہیں ہے کہ ہتھیار پہن کر اتار دے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کے اور اس کے دشمنوں کے درمیان فیصلہ فرما دے، اب تم لوگ خدا کا نام لے کر میدان میں نکل پڑو، اگر تم لوگ صبر کے ساتھ میدان جنگ میں ڈٹے رہو گے تو ضرور تمہاری فتح ہو گی۔ (مدارج النبوت جلد ۲ ص ۱۱۴)

پھر حضور ﷺ نے انصار کے قبیلہء اوس کا جھنڈا حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کو اور قبیلہ خزرج کا جھنڈا حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ کو اور مہاجرین کا جھنڈا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیا اور ایک ہزار کی فوج لے کر مدینہ سے باہر نکلے۔

شہر سے نکلتے ہی آپ نے دیکھا کہ ایک فوج چلی آ رہی ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ یہ لوگ ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! یہ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کے حلیف یہودیوں کا لشکر ہے۔ جو آپ ﷺ کی امداد کے لئے آ رہا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

''ان لوگوں سے کہہ دو کہ واپس لوٹ جائیں۔ ہم مشرکوں کے مقابلہ میں

Marfat.com

مشرکوں کی مدد نہیں لیں گے"۔

چنانچہ یہودیوں کا یہ لشکر واپس چلا گیا پھر عبداللہ بن ابی (منافقوں کا سردار) بھی جو تین سو آدمیوں کو لے کر حضور ﷺ کے ساتھ آیا تھا۔ یہ کہہ کر واپس چلا گیا کہ: محمد ﷺ نے میرا مشورہ قبول نہیں کیا اور میری رائے کے خلاف میدان میں نکل پڑے، لہٰذا میں ان کا ساتھ نہیں دونگا۔

عبداللہ بن ابی کی بات سن کر قبیلہ خزرج میں سے "بنوسلمہ" کے اور قبیلہ اوس میں سے "بنو حارثہ" کے لوگوں نے بھی واپس لوٹ جانے کا ارادہ کر لیا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے دلوں میں اچانک محبت اسلام کا ایسا جذبہ پیدا فرما دیا کہ ان لوگوں کے قدم جم گئے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان لوگوں کا تذکرہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:

"جب تم میں سے دو گروہوں کا ارادہ ہوا کہ نامردی کر جائیں اور اللہ ان کا سنبھالنے والا ہے اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔"

اب حضور ﷺ کے لشکر میں کل سات سو صحابہ رہ گئے جن میں کل ایک سو زرہ پوش تھے اور کفار کی فوج میں تین ہزار افراد کا لشکر تھا۔ جن میں سات سو زرہ پوش جوان، دو سو گھوڑے، تین ہزار اونٹ اور پندرہ عورتیں تھیں۔ شہر سے باہر نکل کر حضور ﷺ نے اپنی فوج کا معائنہ فرمایا اور جو لوگ کم عمر تھے، ان کو واپس لوٹا دیا کہ جنگ کے ہولناک موقع پر بچوں کا کیا کام؟

جب حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ تم بہت چھوٹے ہو، تم ابھی واپس چلے جاؤ تو وہ فوراً انگوٹھوں کے بل تن کر کھڑے ہو گئے تا کہ ان کا قد اونچا نظر آئے، چنانچہ ان کی یہ ترکیب چل گئی اور وہ فوج میں شامل کر لئے گئے۔

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ جو ایک کم عمر نوجوان تھے۔ جب ان کو واپس کیا جانے

Marfat.com

لگا تو انہوں نے عرض کیا کہ میں رافع بن خدیج کو کشتی میں پچھاڑ لیتا ہوں۔ اس لئے اگر وہ فوج میں لے لئے گئے تو پھر مجھ کو بھی ضرور جنگ میں شریک ہونے کی اجازت ملنی چاہیے۔ چنانچہ دونوں کا مقابلہ کرایا گیا اور واقعی حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کو زمین پر دے مارا۔ اس طرح ان دونوں پرجوش نوجوانوں کو جنگ احد میں شرکت کی سعادت نصیب ہوگئی۔

مشرکین تو ۱۲ شوال ۳ ھ بدھ کے دن ہی مدینہ کے قریب پہنچ کر کوہ احد پر اپنا پڑاؤ ڈال چکے تھے۔ مگر حضور اکرم ﷺ ۱۴ شوال ۳ ھ بعد نماز جمعہ مدینہ سے روانہ ہوئے۔ رات کو بنی نجار میں رہے اور ۱۵ شوال سنیچر کے دن نماز فجر کے وقت احد میں پہنچے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی اور آپ ﷺ نے نماز فجر پڑھا کر میدان جنگ میں مورچہ بندی شروع فرمائی۔ حضرت عکاشہ بن محصن اساری کو لشکر کے میمنہ (دائیں بازو) پر اور حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد منخرومی کو میسرہ (بائیں بازو) پر اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح و حضرت سعد بن ابی وقاص کو مقدمہ (اگلے حصہ) پر اور حضرت مقداد بن عمر کو ساقہ (پچھلے حصہ) پر افسر مقرر فرمایا (رضی اللہ عنہم) اور صف بندی کے وقت احد پہاڑ کو پشت پر رکھا اور کوہ عینین کو جو وادی قناۃ میں ہے اپنے بائیں طرف رکھا۔ لشکر کے پیچھے پہاڑ میں ایک درہ (تنگ راستہ) جس میں سے گزر کر کفار قریش مسلمانوں کی صفوں کے پیچھے سے حملہ آور ہو سکتے تھے۔ اس لئے حضور اکرم ﷺ نے اس درہ کی حفاظت کے لئے پچاس تیر اندازوں کا ایک دستہ مقرر فرما دیا اور حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو اس دستہ کا افسر بنا دیا اور یہ حکم دیا کہ دیکھو ہم چاہے مغلوب ہوں یا غالب۔ مگر تم لوگ اپنی اس جگہ سے اس وقت تک نہ ہٹنا جب تک میں تمہارے پاس کسی کو نہ بھیجوں۔

مشرکین نے بھی نہایت باقاعدگی کے ساتھ اپنی صفوں کو درست کیا۔

Marfat.com

چنانچہ انہوں نے اپنے لشکر کے میمنہ پر خالد بن ولید کو اور میسرہ پر عکرمہ بن ابو جہل کو افسر بنا دیا، سواروں کا دستہ صفوان بن امیہ کی کمان میں تھا۔ تیر اندازوں کا ایک دستہ الگ تھا۔ جن کا سردار عبداللہ بن ربیعہ تھا اور پورے لشکر کا علمبردار طلحہ بن ابو طلحہ تھا جو قبیلہء بنی عبدالدار کا ایک آدمی تھا۔

حضور ﷺ نے جب دیکھا کہ پورے لشکر کفار کا علمبردار قبیلہ بنی عبدالدار کا ایک شخص ہے تو آپ ﷺ نے بھی اسلامی لشکر کا جھنڈا حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو عطاء فرمایا۔ جو قبیلہ بنو عبدالدار سے تعلق رکھتے تھے۔

سب سے پہلے کفار قریش کی عورتیں دف بجا بجا کر ایسے اشعار گاتی ہوئی آگے بڑھیں جن میں جنگ بدر کے مقتولین کا ماتم اور انتقام خون کا جوش بھرا ہوا تھا۔ لشکر کفار کے سپہ سالار ابو سفیان کی بیوی ''ہند'' آگے آگے اور کفار قریش کے معزز گھرانوں کی چودہ عورتیں اس کے ساتھ ساتھ تھیں اور یہ سب آواز ملا کر اشعار گا رہی ہیں کہ:

مشرکین کی صفوں میں سب سے پہلے جو شخص جنگ کے لئے نکلا ''ابو عامر اوسی'' تھا۔ جس کی عبادت اور پارسائی کی بنا پر مدینہ والے اس کو ''راہب'' کہا کرتے تھے مگر رسول اللہ ﷺ نے اس کا نام ''فاسق'' رکھا تھا۔ زمانہ جاہلیت میں یہ شخص اپنے قبیلہ اوس کا سردار تھا اور مدینہ کا مقبول عام آدمی تھا۔ مگر جب رسول اکرم ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تو یہ شخص جذبہ حسد میں جل بھن کر خدا کے محبوب خدا ﷺ کی مخالفت کرنے لگا اور مدینہ سے نکل کر مکہ چلا گیا اور کفار قریش کو آپ ﷺ سے جنگ کرنے پر آمادہ کیا۔ اس کو بڑا بھروسہ تھا کہ میری قوم جب مجھے دیکھے گی تو رسول اللہ ﷺ کا ساتھ چھوڑ دے گی۔ چنانچہ اس نے میدان میں نکل کر پکارا کہ اے انصار! کیا تم لوگ مجھے پہچانتے ہو؟ میں ابو عامر راہب ہوں۔

Marfat.com

انصار نے چلا کر کہا ہاں۔ ہاں! اے فاسق! ہم تجھ کو خوب پہچانتے ہیں۔ خدا تجھے ذلیل فرمائے۔ ابو عامر اپنے لئے فاسق کا لفظ سن کر تلملا گیا۔ کہنے لگا کہ ہائے افسوس! میرے بعد میری قوم بالکل ہی بدل گئی۔ پھر کفار قریش کی ایک ٹولی جو اس کے ساتھ تھی مسلمانوں پر تیر برسانے لگی۔ اس کے جواب میں انصار نے بھی اس روز اتنی سنگ باری کی کہ ابو عامر اور اس کے ساتھی میدان جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے۔

لشکر کفار کا علمبردار طلحہ بن ابی طلحہ صف سے نکل کر میدان میں آیا اور کہنے لگا کہ کیوں مسلمانو! تم میں کوئی ایسا ہے کہ وہ مجھ کو دوزخ میں پہنچا دے یا خود میرے ہاتھ سے وہ جنت میں پہنچ جائے۔ اس کا یہ گھمنڈ سے بھرا ہوا کلام سن کر حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں "میں ہوں" یہ کہہ کر فاتح خیبر نے ذوالفقار کے ایک ہی وار سے اس کا سر پھاڑ دیا اور وہ زمین پر تڑپنے لگا اور شیر خدا منہ پھیر کر وہاں سے ہٹ گئے، لوگوں نے پوچھا کہ آپ ﷺ نے اس کا سر کیوں نہیں کاٹ لیا۔ شیر خدا نے فرمایا کہ جب وہ زمین پر گرا تو اس کی شرمگاہ کھل گئی اور وہ مجھے قسم دینے لگا کہ مجھے معاف کر دیجئے ان بے حیا کو بے ستر دیکھ کر مجھے شرم دامن گیر ہوگئی اس لئے میں نے منہ پھیر لیا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ عثمان بن ابو طلحہ کے مقابلہ کے لئے تلوار لے کر نکلے اور اس کے شانے پر ایسا بھرپور ہاتھ مارا کہ تلوار ریڑھ کی ہڈی کو کاٹتی ہوئی کمر تک پہنچ گئی۔ اس کے بعد عام جنگ شروع ہوگئی اور میدان جنگ میں کشت و خون کا بازار گرم ہوگیا۔

حضور اقدس ﷺ کے دست مبارک میں ایک تلوار تھی جس پر یہ شعر کندہ تھا کہ۔

Marfat.com

فِی الْجُبْنِ عَارٌ وَفِی الْاِقْبَالِ مَکْرُمَةٌ
وَالْمَرْءُ بِالْجُبْنِ لَا یَنْجُوْ مِنَ الْقَدْرِ

"بزدلی میں شرم ہے اور آگے بڑھ کر لڑنے میں عزت ہے اور آدمی بزدلی کر کے تقدیر سے نہیں بچ سکتا۔"

حضور ﷺ نے فرمایا کہ "کون ہے جو اس تلوار کو لے کر اس کا حق ادا کرے"۔ یہ سن کر بہت سے لوگ اس سعادت کے لئے لپکے مگر یہ فخر و شرف حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کے نصیب میں تھا کہ تاجدارِ دو عالم ﷺ نے اپنی یہ تلوار اپنے ہاتھ سے حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دے دی۔ وہ یہ اعزاز پا کر جوش مسرت میں مست و بے خود ہو گئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ (ﷺ)! اس تلوار کا حق کیا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ:

"تو اس سے کافروں کو قتل کرے یہاں تک کہ یہ ٹیڑھی ہو جائے"۔

حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (ﷺ)! میں اس تلوار کو اس کے حق کے ساتھ لیتا ہوں پھر وہ اپنے سر پر ایک سرخ رنگ کا رومال باندھ کر اکڑتے اور اتراتے ہوئے میدان جنگ میں نکل پڑے اور دشمنوں کی صفوں کو چیرتے ہوئے اور تلوار چلاتے ہوئے آگے بڑھتے چلے جا رہے کہ ایک دم ان کے سامنے ابوسفیان کی بیوی "ہند" آ گئی۔ حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ اس پر تلوار چلا دیں مگر پھر اس خیال سے تلوار ہٹا لی کہ رسول اللہ ﷺ کی مقدس تلوار کے لئے یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ کسی عورت کا سر کاٹے۔ حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کی طرح حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی دشمن کی صفوں میں گھس گئے اور کفار کا قتل عام شروع کر دیا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ انتہائی جوش جہاد میں دو دستی تلوار مارتے ہوئے آگے

Marfat.com

بڑھتے جارہے تھے اسی حالت میں "سباغ غبشانی" سامنے آگیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے تڑپ کر فرمایا کہ اے عورتوں کا ختنہ کرنے والی عورت کے بچے! ٹھہر، کہاں جاتا ہے؟ تو اللہ ورسول سے جنگ کرنے چلا آیا ہے۔ یہ کہہ کر اس پر تلوار چلا دی اور وہ دو ٹکڑے ہو کر زمین پر ڈھیر ہو گیا۔

"وحشی" جو ایک حبشی غلام تھا اور اس کا آقا جبیر بن مطعم اس سے وعدہ کر چکا تھا تو اگر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کر دے تو میں تجھ کو آزاد کروں گا۔ وحشی ایک چٹان کے پیچھے چھپا ہوا تھا اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی تاک میں تھا۔ جوں ہی آپ رضی اللہ عنہ اس کے قریب پہنچے اس نے دور سے اپنا نیزہ پھینک کر مارا جو کہ آپ علیہ السلام کی ناف میں لگا اور پشت کے پار ہو گیا۔ اس حال میں بھی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ تلوار لے کر اس کی طرف بڑھے۔ مگر زخم کی تاب نہ لا کر گر پڑے اور شہادت سے سرفراز ہو گئے۔

کفار کے علمبردار خود کٹ کٹ کر گرتے چلے جارہے تھے مگر ان کا جھنڈا گرنے نہیں پاتا تھا۔ ایک کے قتل ہونے کے بعد دوسرا اس جھنڈے کو اٹھا لیتا تھا۔ ان کافروں کے جوش و خروش کا یہ عالم تھا کہ جب ایک کافر نے جس کا نام "صواب" تھا مشرکین کا جھنڈا اٹھایا تو ایک مسلمان نے اس کو اس زور سے تلوار ماری کہ اس کے دونوں ہاتھ کٹ کر زمین پر گر پڑے مگر اس نے اپنے قومی جھنڈے کو زمین پر گرنے نہیں دیا بلکہ جھنڈے کو اپنے سینے سے دبائے ہوئے زمین پر گر پڑا۔ اسی حالت میں مسلمانوں نے اس کو قتل کر دیا مگر وہ قتل ہوتے ہوتے یہی کہتا رہا کہ "میں نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ اس کے مرتے ہی ایک بہادر عورت جس کا نام "عمرہ" تھا اس نے جھپٹ کر قومی جھنڈے کو اپنے ہاتھ میں لے کر بلند کر دیا۔ یہ منظر دیکھ کر قریش کو غیرت آئی اور ان کی بکھری ہوئی فوج سمٹ آئی

Marfat.com

ان کے اکھڑے ہوئے قدم پھر جم گئے“۔

ابو عامر راہب کفار کی طرف سے لڑ رہا تھا مگر اس کے بیٹے حضرت خظلہ رضی اللہ عنہ پرچم اسلام کے نیچے جہاد کر رہے تھے۔ حضرت خظلہ رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا کہ یارسول اللہ (ﷺ)! مجھے اجازت دیجئے میں اپنی تلوار سے اپنے باپ ابو عامر راہب کا سر کاٹ کر لاؤں مگر حضور رحمت للعالمین ﷺ کی رحمت نے یہ گوارا نہیں کیا کہ بیٹے کی تلوار باپ کا سر کاٹے۔ حضرت خظلہ رضی اللہ عنہ اس قدر جوش میں بھرے ہوئے تھے کہ سر ہتھیلی پر رکھ کر انتہائی جان بازی کے ساتھ لڑتے ہوئے قلب لشکر تک پہنچ گئے اور کفار کے سپہ سالار ابوسفیان پر حملہ کر دیا اور قریب تھا کہ حضرت خظلہ رضی اللہ عنہ کی تلوار ابوسفیان کا فیصلہ کر دے کہ اچانک پیچھے سے شداد بن الاسود نے جھپٹ کر وار کو روکا اور حضرت خظلہ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔

حضرت خظلہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”فرشتے خظلہ کو غسل دے رہے ہیں“۔ جب ان کی بیوی سے ان کا حال دریافت کیا گیا تو اس نے کہا کہ جنگِ اُحد کی رات میں وہ اپنی بیوی کے ساتھ سوئے تھے۔ غسل کی حاجت تھی مگر دعوت جنگ کی آواز سن کر اسی حالت میں شریک جنگ ہو گئے۔ یہ سن کر حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ یہی وجہ ہے جو فرشتوں نے اس کو غسل دیا۔ اسی واقعہ کی بناء پر حضرت خظلہ رضی اللہ عنہ کو ”غسیل الملائکہ“ کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

اس جنگ میں مجاہدین انصار اور مہاجرین بڑی دلیری اور جان بازی سے لڑتے رہے۔ یہاں تک کہ مشرکین کے پاؤں اکھڑ گئے۔ حضرت علی و حضرت ابو دجانہ و حضرت سعد بن ابی وقاص وغیرہ رضی اللہ عنہم کے مجاہدانہ حملوں نے مشرکین کی کمر توڑ دی۔ کفار کے تمام علمبردار عثمان، ابوسعید، مسافع، طلحہ بن ابی طلحہ وغیرہ ایک

Marfat.com

ایک کر کے کٹ کٹ کر زمین پر ڈھیر ہو گئے۔ کفار کو شکست ہو گئی اور وہ بھاگنے لگے اور ان کی عورتیں جو اشعار پڑھ پڑھ کر لشکر کفار کو جوش دلا رہی تھیں، وہ بھی بدحواسی کے عالم میں اپنے ازار اٹھائے ہوئے برہنہ ساق بھاگتی ہوئی پہاڑوں پر دوڑتی ہوئی چلی جا رہی تھیں اور مسلمان قتل و غارت میں مشغول تھے۔

کفار کی بھگدڑ اور مسلمانوں کے فاتحانہ قتل و غارت کا یہ منظر دیکھ کر وہ پچاس تیر انداز جو مسلمان درہ کی حفاظت پر مقرر کئے گئے تھے۔ وہ بھی آپس میں ایک دوسرے سے یہ کہنے لگے کہ غنیمت لوٹو۔ غنیمت لوٹو، تمہاری فتح ہو گئی۔ ان لوگوں کے افسر حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے ہر چند روکا اور حضور ﷺ کا فرمان یاد دلایا اور فرمان مصطفوی ﷺ کی مخالفت سے ڈرایا مگر ان تیر انداز مسلمانوں نے ایک نہیں سنی اور اپنی جگہ چھوڑ کر مال غنیمت لوٹنے میں مصروف ہو گئے۔ لشکر کفار کا ایک افسر "خالد بن ولید" (جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) پہاڑ کی بلندی سے یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ درہ پہرہ داروں سے خالی ہو گیا ہے۔ فوراً اس نے درہ کے راستہ سے فوج لا کر مسلمانوں کے پیچھے سے حملہ کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے چند جان بازوں کے ساتھ انتہائی دلیرانہ مقابلہ کیا۔ مگر یہ سب کے سب شہید ہو گئے اب کیا تھا۔ کافروں کی فوج کے لئے راستہ صاف ہو گیا۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے زبردست حملہ کر دیا۔ یہ دیکھ کر بھاگتی ہوئی کفار قریش کی فوج بھی پلٹ پڑی مسلمان مال غنیمت لوٹنے میں مصروف تھے۔ پیچھے پھر کر دیکھا تو تلواریں برس رہی تھیں اور کفار آگے پیچھے دونوں طرف سے مسلمانوں پر حملہ کر رہے تھے اور مسلمانوں کا لشکر چکی کے دو پاٹوں میں دانہ کی طرح پسنے لگا اور مسلمانوں میں ایسی بدحواسی اور ابتری پھیل گئی کہ اپنے اور بیگانے کی تمیز نہیں رہی۔ خود مسلمان مسلمانوں کی تلواروں سے قتل ہوئے۔ چنانچہ حضرت حذیفہ

Marfat.com

رضی اللہ عنہ کے والد حضرت یمان رضی اللہ عنہ مسلمان کی تلوار سے ہی شہید ہوئے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ چلاتے ہی رہے کہ ''اے مسلمانو! یہ میرے باپ ہیں، یہ میرے باپ ہیں''۔ مگر کچھ عجیب بدحواسی پھیلی ہوئی تھی کہ کسی کو کسی کا دھیان ہی نہیں تھا اور مسلمانوں نے حضرت یمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔

پھر بڑا غضب یہ ہوا کہ لشکر اسلام کے علمبردار حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ پر ابن قمیہ کافر جھپٹا اور ان کے دائیں ہاتھ پر اس زور سے تلوار چلا دی کہ ان کا دایاں ہاتھ کٹ کر گر پڑا۔ اس جان باز مہاجر نے جھپٹ کر اسلامی جھنڈے کو بائیں ہاتھ سے سنبھال لیا۔ مگر ابن قمیہ نے تلوار مار کر ان کے بائیں ہاتھ کو بھی شہید کر دیا۔ دونوں ہاتھ کٹ چکے تھے۔ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ اپنے دونوں کٹے ہوئے بازوؤں سے پرچم اسلام کو اپنے سینے سے لگائے ہوئے تھے کھڑے رہے اور بلند آواز سے یہ آیت پڑھتے رہے کہ:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔

پھر ابن قمیہ نے ان کو نیزہ مار کر شہید کر دیا۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ جو صورت میں حضور اقدس ﷺ سے کچھ مشابہ تھے ان کو زمین پر گرتے ہوئے دیکھ کر کفار نے غل مچا دیا کہ (معاذ اللہ) حضور تاجدار دو عالم ﷺ قتل ہو گئے۔ اللہ اکبر! اس آواز نے غضب ہی ڈھا دی۔ مسلمان یہ سن کر بالکل ہی سراسیمہ اور پراگندہ دماغ ہو گئے اور میدان جنگ چھوڑ کر بھاگنے لگے۔ بڑے بڑے بہادروں کے پاؤں اکھڑ گئے اور مسلمانوں میں تین گروہ ہو گئے۔ کچھ لوگ تو بھاگ کر مدینہ کے قریب پہنچ گئے۔ کچھ لوگ سہم کر مردہ دل ہو گئے۔ جہاں تھے وہیں رہ گئے۔ اپنی جان بچاتے رہے یا جنگ کرتے رہے۔ کچھ لوگ جن کی تعداد تقریباً بارہ تھی جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ اس ہلچل اور بھگدڑ میں

Marfat.com

بہت سے لوگوں نے تو بالکل ہی ہمت ہار دی اور جو جان نثاری کے ساتھ لڑنا چاہتے تھے وہ بھی دشمنوں کے دو طرفہ حملوں کے نرغے میں پھنس کر مجبور ولا چار ہو چکے تھے۔ تاجدار دو عالم ﷺ کہاں ہیں اور کس حال میں ہیں؟ کسی کو اس کی خبر نہ تھی، حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ تلوار چلاتے اور دشمنوں کی صفوں کو درہم برہم کرتے چلے جاتے تھے۔ مگر وہ ہر طرف مڑ مڑ کر رسول اکرم (ﷺ) کو دیکھتے تھے مگر جمالِ نبوت نظر نہ آنے سے وہ انتہائی اضطراب و بیقراری کے عالم میں تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے چچا حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ لڑتے لڑتے میدان جنگ سے بھی کچھ آگے نکل پڑے وہاں جا کر دیکھا کہ کچھ مسلمانوں نے مایوس ہو کر ہتھیار پھینک دیئے ہیں۔ حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ تم لوگ یہاں بیٹھے کیا کر رہے ہو؟ لوگوں نے جواب دیا کہ اب ہم لڑ کر کیا کریں گے؟ جن کے لئے لڑتے تھے وہ تو شہید ہو گئے۔ حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر واقعی رسول خدا ﷺ شہید ہو چکے ہیں تو پھر ہم ان کے بعد زندہ رہ کر کیا کریں گے؟ چلو ہم بھی اسی میدان میں شہید ہو کر حضور ﷺ کے پاس پہنچ جائیں۔ یہ کہہ کر آپ دشمنوں کے لشکر میں لڑتے ہوئے گھس گئے اور آخری دم تک انتہائی جوش جہاد اور جان بازی کے ساتھ جنگ کرتے رہے۔ یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ لڑائی ختم ہونے کے بعد جب ان کی لاش دیکھی گئی تو اسی سے زیادہ تیر و تلوار اور نیزوں کے زخم ان کے بدن پر تھے۔ کافروں نے ان کے بدن کو چھلنی بنا دیا تھا اور ناک، کان وغیرہ کاٹ ڈالے تھے یہاں تک کہ مسلمانوں نے ان کی انگلیوں کو دیکھ کر ان کو پہچانا تھا۔

جنگ جاری تھی اور جان نثاران اسلام جو جہاں تھے وہیں لڑائی میں مصروف تھے مگر سب کی نگاہیں انتہائی بیقراری کے ساتھ جمالِ نبوت کو تلاش کرتی تھیں۔ عین مایوسی کے عالم میں سب سے پہلے جس نے تاجدار دو عالم ﷺ کا جمال

Marfat.com

دیکھا وہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی خوش نصیب آنکھیں ہیں انہوں نے حضور اکرم ﷺ کو پہچان کر مسلمانوں کو پکارا کہ اے مسلمانو! ادھر آؤ رسول خدا ﷺ یہ ہیں اس آواز کو سن کر تمام جاں نثاروں میں جان پڑ گئی اور ہر طرف سے دوڑ دوڑ کر مسلمان آنے لگے کفار نے بھی ہر طرف سے حملہ روک کر رحمت عالم ﷺ پر قاتلانہ حملہ کرنے کے لئے سارا زور لگا دیا۔ کفار کا لشکر ہجوم کے ساتھ امنڈ پڑا اور بار بار مدنی تاجدار (ﷺ) پر یلغار کرنے لگا مگر ذوالفقار کی بجلی سے یہ بادل دور ہو جاتا تھا۔

سراسیمگی اور پریشانی کے عالم میں جب کہ بکھرے ہوئے مسلمان ابھی رحمت عالم ﷺ کے پاس جمع بھی نہیں ہوئے تھے کہ عبداللہ بن قمیہ نے جو قریش کے بہادروں میں بہت ہی نامور تھا اس نے ناگہاں حضورِ اکرم ﷺ کو دیکھ لیا۔ ایک دم بجلی کی طرح صفوں کو چیرتا ہوا آیا اور تاجدار دو عالم ﷺ پر قاتلانہ حملہ کر دیا۔ ظالم نے پوری طاقت سے آپ ﷺ کے چہرہ انور پر تلوار ماری جس سے خود کی دو کڑیاں رُخ انور میں چبھ گئیں۔ ایک دوسرے کافر نے آپ ﷺ کے چہرہ اقدس پر ایسا پتھر مارا آپ ﷺ کے دو دندان مبارک شہید اور نیچے کا مقدس ہونٹ زخمی ہو گیا۔ اسی حالت میں ابی بن خلف ملعون اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر آپ کو شہید کر دینے کی نیت سے آگے بڑھا۔ حضور اقدس ﷺ نے اپنے ایک جاں نثار صحابی حارث بن صمہ رضی اللہ عنہ سے ایک چھوٹا سا نیزہ لے کر ابی بن خلف کی گردن پر مارا۔ جس سے وہ تلملا گیا۔ گردن پر بہت معمولی زخم آیا اور وہ بھاگ نکلا۔ مگر اپنے لشکر میں جا کر اپنی گردن کے زخم کے بارے میں لوگوں سے اپنی تکلیف اور پریشانی ظاہر کرنے لگا اور بے پناہ ناقابل برداشت درد کی شکایت کرنے لگا۔ اس پر اس کے ساتھیوں نے کہا کہ "یہ تو معمولی خراش ہے۔ تم اس قدر

Marfat.com

پریشان کیوں ہو؟ اس نے کہا کہ تم لوگ نہیں جانتے کہ ایک مرتبہ مجھ سے محمد ﷺ نے کہا تھا کہ میں تم کو قتل کروں گا۔ اس لئے یہ تو بہرحال زخم ہے۔ میرا تو اعتقاد ہے کہ اگر وہ میرے اوپر تھوک دیتے تو بھی میں سمجھ لیتا کہ میری موت یقینی ہے"۔

جب حضور اکرم ﷺ زخمی ہو گئے تو چاروں طرف سے کفار نے آپ ﷺ پر تیر و تلوار کا وار شروع کر دیا اور کفار کا ہجوم آپ کے ہر چہار طرف سے حملہ کرنے لگا جس سے آپ ﷺ کفار کے نرغہ میں محصور ہو گئے۔ یہ منظر دیکھ کر جان نثار صحابہ کا جوش جان نثاری سے خون کھولنے لگا اور وہ اپنا سر ہتھیلی پر رکھ کر آپ ﷺ کو بچانے کے لئے اس جنگ کی آگ میں کود پڑے اور آپ ﷺ کے گرد ایک حلقہ بنا لیا۔ حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ جھک کر آپ ﷺ کے لئے ڈھال بن گئے اور چاروں طرف سے جو تلواریں برس رہی تھیں ان کو وہ اپنی پشت پر لیتے رہے اور آپ ﷺ تک کسی تلوار یا نیزے کی مار کو پہنچنے ہی نہیں دیتے تھے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی جاں نثاری کا یہ عالم تھا کہ وہ کفار کی تلواروں کے وار کو اپنے ہاتھ پر روکتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کا ایک ہاتھ کٹ کر شل ہو گیا اور ان کے بدن پر پینتیس یا انتالیس زخم لگے جاں نثار صحابہ نے حضور ﷺ کی حفاظت میں اپنی جانوں کی پروا نہیں کی اور ایسی بہادری اور جاں بازی سے جنگ کرتے رہے کہ تاریخ عالم میں اس کی مثال نہیں مل سکتی۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نشانہ بازی میں مشہور تھے انہوں نے اس موقع پر اس قدر تیر برسائے کہ کئی کمانیں ٹوٹ گئیں۔ انہوں نے حضور ﷺ کو اپنی پیٹھ کے پیچھے بٹھا لیا تھا تا کہ دشمنوں کے تیر یا تلوار کا کوئی وار آپ ﷺ پر نہ آسکے۔ کبھی کبھی آپ ﷺ دشمنوں کی فوج کو دیکھنے کے لئے گردن اٹھاتے تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ عرض کرتے کہ یارسول اللہ (ﷺ)! میرے ماں

Marfat.com

باپ آپ ﷺ پر قربان آپ ﷺ گردن نہ اٹھائیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ دشمنوں کا کوئی تیر آپ ﷺ کو لگ جائے۔ یارسول اللہ (ﷺ)! آپ ﷺ میری پیٹھ کے پیچھے ہی رہیں۔ میرا سینہ آپ ﷺ کے لئے ڈھال بنا ہوا ہے۔

حضرت قتادہ بن نعمان انصاری رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے چہرہ انور کو بچانے کے لئے اپنا چہرہ دشمنوں کے سامنے کئے ہوئے تھے۔ ناگہاں کافروں کا ایک تیر ان کی آنکھ میں لگا اور آنکھ بہہ کر ان کے رخسار پر آگئی حضور ﷺ نے اپنے دست مبارک سے ان کی آنکھ کو اٹھا کر آنکھ کے حلقہ میں رکھ دیا اور یوں دعا فرمائی کہ یا اللہ! قتادہ کی آنکھ بچالے جس نے تیرے رسول کے چہرہ کو بچایا ہے۔ مشہور ہے کہ ان کی وہ آنکھ دوسری آنکھ سے زیادہ روشن اور خوبصورت ہوگئی۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی تیر اندازی میں انتہائی باکمال تھے۔ یہ بھی حضور ﷺ کی مدافعت میں جلدی جلدی تیر چلا رہے تھے اور حضور انور ﷺ خود اپنے دست مبارک سے تیر اٹھا کر ان کو دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ اے سعد! تیر برساتے جاؤ۔ تم پر میرے ماں باپ قربان۔

ظالم کفار انتہائی بے دردی کے ساتھ حضور انور ﷺ پر تیر برسا رہے تھے۔ مگر اس وقت بھی حضورِ اکرم ﷺ کی زبانِ مبارک پر یہ دعا تھی:

رَبِّ اغْفِرْ قَوْمِیْ فَاِنَّهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔

"یعنی اے اللہ! میری قوم کو بخش دے وہ مجھے جانتے نہیں ہیں۔"

حضور اقدس ﷺ دندان مبارک کے صدمہ اور چہرہ انور کے زخموں سے نڈھال ہو رہے تھے۔ اس حالت میں آپ ﷺ ان گڑھوں میں سے ایک گڑھے میں گر پڑے جو ابو عامر فاسق نے جابجا کھود کر ان کو چھپا دیا تھا تاکہ مسلمان لاعلمی میں ان گڑھوں کے اندر گر پڑیں۔ حضرت علی ﷺ نے آپ ﷺ کا دست

Marfat.com

مبارک پکڑا اور حضرت طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو اٹھایا۔ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے خود (لوہے کی ٹوپی) کی کڑی کا ایک حلقہ جو چہرۂ انور میں چبھ گیا تھا اپنے دانتوں سے پکڑ کر نکالا اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے والد حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے جوش عقیدت سے آپ ﷺ کا خون چوس چوس کر پی لیا اور اس کا ایک قطرہ بھی زمین پر گرنے نہیں دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے مالک بن سنان! کیا تو نے میرا خون پی ڈالا، عرض کیا کہ جی ہاں۔ یا رسول اللہ (ﷺ)! ارشاد فرمایا کہ جس نے میرا خون پی لیا، جہنم کی کیا مجال جو اس کو چھو سکے۔ اس حالت میں رسول ﷺ اپنے جاں نثاروں کے ساتھ پہاڑ کی بلندی پر چڑھ گئے جہاں کفار کے لئے پہنچنا دشوار تھا۔ ابوسفیان نے دیکھ لیا اور فوج لے کر وہ بھی پہاڑ پر چڑھنے لگا۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے جاں نثار صحابہ رضی اللہ عنہم نے کافروں پر اس زور سے پتھر برسائے کہ ابوسفیان اس کی تاب نہ لاسکا اور پہاڑ سے اتر گیا۔

حضور اقدس ﷺ اپنے چند صحابہ کے ساتھ پہاڑ کی ایک گھاٹی میں تشریف فرما تھے اور چہرۂ انور سے خون بہہ رہا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی ڈھال میں پانی بھر بھر کر لا رہے تھے اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا اپنے ہاتھوں سے خون دھو رہی تھیں، مگر خون بند نہیں ہوتا تھا۔ بالآخر کھجور کی چٹائی کا ایک ٹکڑا جلایا اور اس کی راکھ زخم پر رکھ دی تو خون فوراً ہی تھم گیا۔

ابوسفیان جنگ کے میدان سے واپس جانے لگا تو ایک پہاڑی پر چڑھ گیا اور زور زور سے پکارا کیا یہاں محمد ﷺ ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ اس کا جواب نہ دو، پھر اس نے پکارا کہ کیا تم میں ابوبکر ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا کہ کوئی جواب نہ دے پھر اس نے پکارا کہ کیا تم میں عمر ہیں؟ جب اس کا بھی کوئی

Marfat.com

جواب نہ ملا تو ابوسفیان گھمنڈ سے کہنے لگا کہ یہ سارے مر گئے، کیونکہ اگر زندہ ہوتے تو ضرور میرا جواب دیتے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ضبط نہ ہو سکا اور آپ رضی اللہ عنہ نے چلا کر کہا کہ اے دشمن خدا تو جھوٹا ہے۔ ہم سب زندہ ہیں۔

ابوسفیان نے اپنی فتح کے گھمنڈ میں یہ نعرہ مارا کہ ''اُعْلُ ھُبَلُ'' یعنی اے ہبل! تو سر بلند ہو جا۔ اے ہبل تو سر بلند ہو جا۔ حضور ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ تم لوگ بھی اس کے جواب میں نعرہ لگاؤ۔ لوگوں نے پوچھا کہ ہم کیا کہیں؟ ارشاد فرمایا کہ تم لوگ یہ نعرہ مارو کہ اللہ اعلٰی وَاَجَلَ یعنی اللہ سب سے بڑھ کر بلند مرتبہ اور بڑا ہے۔ ابوسفیان نے کہا کہ لَنَا الْعُزّٰی وَلاَ عُزّٰی لَکُمْ یعنی ہمارے لئے عزیٰ (بت) ہے اور تمہارے لئے کوئی ''عزیٰ'' نہیں ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ اس کے جواب میں یہ کہو کہ اَللّٰہُ مَوْلاَنَا وَلاَ مَوْلٰی لَکُمْ یعنی اللہ ہمارا مددگار ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں۔

ابوسفیان نے باآواز بلند بڑے فخر کے ساتھ یہ اعلان کیا کہ آج کا دن بدر کے دن کا بدلہ اور جواب ہے لڑائی میں کبھی فتح، کبھی شکست ہوتی ہے۔ اے مسلمانو! آج ہماری فوج نے تمہارے مقتولوں کے کان، ناک کاٹ کر ان کی صورتیں بگاڑ دی ہیں، مگر میں نے نہ تو اس کا حکم دیا تھا، نہ مجھے اس پر کوئی رنج و افسوس ہوا ہے۔ یہ کہہ کر ابوسفیان میدان سے ہٹ گیا اور چل دیا۔

کفار قریش کی عورتوں نے جنگ بدر کا بدلہ لینے کے لئے جوش میں شہداء کرام کی لاشوں پر جا کر ان کے کان، ناک وغیرہ کاٹ کر صورتیں بگاڑ دیں اور ابو سفیان کی بیوی ہند نے تو اس بیدردی کا مظاہرہ کیا کہ ان اعضاء کا ہار بنا کر اپنے گلے میں ڈالا۔ ہند حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی مقدس لاش کو تلاش کر رہی تھی کیونکہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ہی نے جنگ بدر کے دن ہند کے باپ عتبہ کو قتل کیا تھا۔ جب اس بیدرد

Marfat.com

نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش کو پالیا تو خنجر سے اس کا پیٹ پھاڑ کر کلیجہ نکالا اور اس کو چبا گئی۔ لیکن حلق سے نہ اتر سکا۔ اس لئے اگل دیا، تاریخوں میں ہند کا لقب جو "جگر خوار" ہے وہ اسی واقعہ کی بنا پر ہے۔ ہند اور اس کے شوہر ابوسفیان نے رمضان ۸ ہجری میں فتح مکہ کے دن اسلام قبول کیا۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں حضور ﷺ کے حکم سے حضرت سعد بن الربیع رضی اللہ عنہ کی لاش کی تلاش میں نکلا، تو میں نے ان کو سکرات کے عالم میں پایا۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ تم رسول اللہ ﷺ سے میرا اسلام عرض کر دینا اور اپنی قوم سے بعد سلام میرا یہ پیغام سنا دینا کہ جب تک تم میں سے ایک آدمی بھی زندہ ہے اگر رسول اللہ ﷺ تک کفار پہنچ گئے تو خدا کے دربار میں تمہارا کوئی عذر قابل قبول نہ ہوگا۔ یہ کہا اور ان کی روح پرواز کر گئی۔

اس جنگ میں ستر صحابہ کرام نے جام شہادت نوش فرمایا جن میں چار مہاجر اور چھیاسٹھ انصار تھے۔ تیس کی تعداد میں کفار بھی نہایت ذلت کے ساتھ قتل ہوئے۔ مگر مسلمانوں کی مفلسی کا یہ عالم تھا کہ ان شہداء کرام کے کفن کے لئے کپڑا بھی نہیں تھا حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کا یہ حال تھا کہ بوقت شہادت ان کے بدن پر صرف ایک اتنی بڑی کملی تھی کہ ان کی لاش کو قبر میں لٹانے کے بعد اگر ان کا سر ڈھانپا جاتا تھا تو پاؤں کھل جاتے تھے اور اگر پاؤں چھپائے جاتے تو سر کھل جاتا تھا بالآخر سر چھپا دیا گیا اور پاؤں پر اذخر گھاس ڈال دی گئی، شہداء کرام خون میں لتھڑے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ دو دو شہید ایک ایک قبر میں دفن کئے گئے۔

Marfat.com

غزوہ بنی نضیر (ربیع الاوّل ۴ ہجری)

حضور اکرم ﷺ اکابر صحابہ کرام مثلاً حضرت ابو بکر، عمر، علی، طلحہ اور زبیر (رضی اللہ عنہم) وغیرہ مہاجرین میں سے اور حضرت سعد بن معاذ، اسید بن حضیر اور سعد بن عبادہ (رضی اللہ عنہم) وغیرہ انصاری میں سے کے ساتھ بنی نضیر یہودیوں کی بستی کی طرف تشریف لائے۔ بنی نضیر (بفتح نون وکسر ضاد) یہودی قبیلوں میں سب سے بڑا قبیلہ تھا۔ اس قضیہ کا وقوع چوتھے سال میں بیر معونہ کے بعد ہوا۔ جیسا کہ اسے ابن اسحاق نے بیان کیا ہے۔ جب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کبار کے ساتھ یہودیوں کی بستی میں پہنچے تو یہودیوں نے کہا اے ابوالقاسم! کچھ دیر تشریف رکھے تاکہ ہمیں آپ ﷺ کی اور آپ ﷺ کے صحابہ کی مہمان نوازی کا موقعہ ملے۔ یہودی حضور ﷺ کو پہلے سے ہی آپ کی کنیت ابوالقاسم سے مخاطب کرتے تھے تاکہ لازم نہ آئے جو آپ ﷺ کا اسم شریف محمد (ﷺ) ان کی کتابوں اور صحیفوں میں لکھا ہوا ہے اور اس کے ملزم نہیں اس کے بعد حضور ﷺ ان کے گھر کی دیوار سے پشت کی ٹیک لگا کر تشریف فرما ہو گئے پھر یحییٰ بن اخطب یہودی جو کہ حضور ﷺ کا اشد ترین دشمن تھا یہود سے کہنے لگا اے گروہ یہود ایسا اتفاق کبھی ہاتھ نہ آئے گا کہ ہمارے اور محمد (ﷺ) کے درمیان ایسی تنہائی ہو۔ کوئی ایسا نہیں ہے کہ وہ گھر

Marfat.com

کے اوپر جا کر بڑا سا پتھر آپ ﷺ کے سر مبارک پر گرائے اور اس سے (معاذ اللہ) آپ ﷺ کو ہلاک کرے، تا کہ ہم آپ ﷺ کی زحمت سے نجات پائیں عمرو بن حجاش (بضم جیم وتخفیف حاء) نے کہا میں اس کو سرانجام دوں گا سلام بن اشکم اور کچھ اور لوگوں نے اس کو اس خیال بد سے منع کیا اور کہا فوراً ہی آپ ﷺ کو آسمان سے تمہارے ارادے کی خبر دیدی جائے گی اور یہ ہمارے اور ان کے مکرو فریب سے آگاہ کیا۔ حضور ﷺ بغیر اس کے کہ اپنے صحابہ سے کچھ فرمائیں اس طرح جیسے کسی شدید ضرورت سے اٹھتا ہے کھڑے ہو گئے اور مدینہ منورہ کی طرف چلدیئے صحابہ نے جب یہ دیکھا کہ حضور ﷺ کی واپسی میں دیر ہو گئی تو وہ بھی آپ ﷺ کے عقب میں چلدیئے۔ اور حضور ﷺ کی بارگاہ میں پہنچ گئے۔ حضور ﷺ نے ان کو حقیقت حال سے باخبر فرمایا۔ مفسرین کہتے ہیں کہ اس آیت کریمہ کے نزول کا سبب یہی واقعہ ہے۔

''اے ایمان والو! یاد کرو اللہ کی اس نعمت کو جو تم پر ہوئی کہ جب قوم نے ارادہ کیا کہ دست درازی کرے تو اللہ نے ان کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا۔''

جب یہود کو حضور ﷺ کے تشریف لے جانے کی خبر ہوئی تو کنانہ نے جو ان کے احبار وعلماء میں سے تھا ان سے کہا اے میری قوم میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے محمد (ﷺ) کو تمہاری غداری سے خبردار کر دیا ہے۔ اے قوم تم خود کو فریب نہ دو کیوں کہ وہ اللہ کے رسول اور خاتم الانبیاء (ﷺ) ہیں اور تم طمع رکھتے ہو کہ وہ خاتم الانبیاء، حضرت ہارون علیہ السلام کی نسل سے ہوں گے حالانکہ حق تعالیٰ اس نعمت سے جسے چاہے نوازے اور اس سعادت سے جس کو چاہے سرفراز فرمائے ہم نے توریت میں نبی آخرالزماں کے جو صفات پڑھے ہیں وہ سب حضور ﷺ کی

Marfat.com

ذات شریف میں موجود ہیں۔ مجھے ایسا خیال آتا ہے کہ وہ تمہیں جلا وطنی کا حکم فرمائیں گے اب مناسب یہی ہے کہ تم دو کاموں میں سے ایک کام کرو۔ سب سے بہتر و افضل تو یہ ہے کہ تم سب محمد (ﷺ) پر ایمان لے آؤ کیوں کہ اس میں دنیا و آخرت کی صلاح ہے اور ان شہروں سے باہر نہ نکلو یا جزیہ دینا مان لو تا کہ تمہارے جان و مال محفوظ رہیں۔ یہود نے کہا ہم جلاوطنی کو قبول کرتے ہیں لیکن موسیٰ علیہ السلام کے دین کو ترک کرنا گوارا نہیں۔

حضور اکرم ﷺ اور بنی نضیر کے یہودیوں کے درمیان عہد و پیمان تھا۔ بدر میں جب مسلمانوں کو فتح ہوئی تو وہ کہنے لگے کہ توریت میں جس نبی کا وعدہ کیا گیا ہے یہ وہی نبی ہیں۔ اور جب روز احد مسلمانوں پر ہزیمت کی شکل بنی تو وہ شک میں پڑ گئے۔ اور انہوں نے ابوسفیان کے ساتھ حلف کیا، یعنی ان کے حلیف بن گئے۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے حضرت محمد بن مسلمہ کو بنی نضیر کے پاس بھیجا کہ تم سب میرے شہروں سے نکل جاؤ اس لئے کہ تم نے غداری کی ہے۔ تمہیں دس دن کی مہلت ہے جو کوئی دس دن کے بعد یہاں پایا جائے گا۔ اس کی گردن اڑا دی جائے گی۔ اس پر یہودیوں نے جلاوطنی کی تیاری شروع کر دی صحرا سے اپنے اونٹوں کو لائے اور کچھ کرایے پر لے لئے تا کہ یہاں سے چلے جائیں۔ یکا یک عبد اللہ بن سلول منافق، جو رئیس المنافقین تھا اس نے بنی نضیر کے پاس کسی کو بھیجا اور کہلوایا کہ تم اپنے وطنوں سے نہ نکلو اور اپنے قلعوں میں ٹھہرے رہو اور بے فکر و بے غم بیٹھے رہو۔ میں دو ہزار آزمودہ کار جنگی جوانوں کے ساتھ تمہارا پشت پناہ ہوں اور بنی قریظہ اپنے حلیفوں کے ساتھ جو کہ بنی عطفان ہیں تمہارے معاون و مددگار ہوں گے۔ یہ منافق نادان، بمقتضائے نفاق انتہائی عداوت و حماقت پر اتر آیا۔ اور اس نے اپنی حماقت سے ایسی عداوت کا اظہار کیا۔ حالانکہ وہ اتنا نہ سمجھا کہ قریش

Marfat.com

کس قدر بہادر و شجاع ہیں۔ وہ بے بس ہو کے رہ گئے۔ ان کے قلعوں کی کیا حقیقت ہے۔ بہر حال یہود بے بہود اس احمق منافق کی بات سے مغرور و مسرور ہو گئے اور حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں قاصد بھیج دیا کہ ہم از خود اپنے گھروں سے نہ نکلیں گے جو آپ چاہیں کریں جب یہ بات حضور ﷺ کی سماع مبارک میں پہنچی تو باآواز بلند تکبیر کہی اور صحابہ نے بھی حضور ﷺ کی موافقت میں تکبیر بلند کی اور حضور اکرم ﷺ کے ارشاد سے غزوہ کی تیاری میں مشغول ہو گئے۔ اس کے بعد مدینہ منورہ میں حضرت ابن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر فرمایا اور علَم تیار کر کے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سپرد فرمایا اور مدینہ منورہ سے باہر تشریف لے آئے آپ ﷺ نے عصر کی نماز بنی نضیر کی بستی کے میدان میں ادا فرمائی۔ ان کی بستی مدینہ منورہ سے قریب ہے جب یہود نے لشکر اسلام دیکھا تو قلعوں کے دروازے بند کر کے سنگ باری اور تیر اندازی شروع کر دی۔ عشاء کے وقت تک یوں ہی جنگ ہوتی رہی۔ جب مسلمانوں نے نمازِ عشاء ادا کر لی تو حضور ﷺ چند اصحاب کے ساتھ قیام گاہ مبارک میں تشریف لے آئے اور تمام صحابہ کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ یا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی سرداری میں دے دیا دونوں روایتوں میں اختلاف ہے کہ صبح تک یہودیوں کا محاصرہ کئے رہے۔

ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کا خیمہ مبارک بنی حطمہ کے میدان میں نصب کیا گیا تھا۔ یہودیوں کے تیر اندازوں میں ایک شخص "غزورا" نامی تیر انداز تھا اس نے ایسا تیر پھینکا جو حضور ﷺ کے خیمہ اقدس میں جا کر گرا۔ خیمہ کو وہاں سے لیجا کر دوسری جگہ نصب کیا۔ امیر المومنین سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اس کی گھات میں رہے۔ اچانک دیکھا کہ وہ چند آدمیوں کے ساتھ برہنہ شمشیر لئے باہر آیا۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس پر حملہ کیا اور اس بدبخت کے

Marfat.com

سر کو اس کے ناپاک جسم سے جدا کر کے حضور ﷺ کی خدمت میں لے آئے حضور ﷺ نے حضرت سہیل رضی اللہ عنہ اور ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کو کہا کہ بقیہ ساتھیوں کو بھی قتل کریں۔ وہ سب کے سر کاٹ کر حضور ﷺ کی خدمت میں لے آئے۔ پس حضور ﷺ نے پندرہ دن تک یہودیوں کا محاصرہ جاری رکھا۔ ابی ابن سلول منافق اور دیگر قبائل بنی نضیر کی کوئی مدد نہ کر سکے اس کے بعد حضور ﷺ نے ابو بلوہ مازنی اور عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہما کو حکم فرمایا کہ یہودیوں کی کھجوروں کے درخت کاٹ ڈالے جائیں ایک روایت میں ہے کہ جلا دیئے جائیں۔ اس پر ابو بلوہ مازنی رضی اللہ عنہ تو ان کو کاٹتے تھے جنہیں "عجوہ" کہا جاتا ہے اور کہتے ان کا کاٹنا یہودیوں پر نہایت شاق اور گراں ہے "عجوہ" کھجوروں میں سب سے بہتر قسم کی کھجور ہے اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن سلام کمتر قسم کی کھجوروں کے درخت کو کاٹتے تھے۔ وہ فرماتے مجھے معلوم ہے کہ عنقریب یہودیوں کے تمام املاک مسلمانوں کے تصرف میں آنے والے ہیں۔ لہٰذا ان میں جو بہتر قسم ہے وہ مسلمانوں کے لئے رہنے دیتا ہوں۔

روضۃ الاحباب میں اس طرح منقول ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے یہودیوں کے تمام درختوں کو کاٹنے کا حکم فرمایا بجز اس قسم کے درخت کے جن کو "عجوہ" کہتے ہیں صحابہ ان درختوں کے کاٹنے میں مشغول ہو گئے۔ یہ روایت پہلی روایت کے منافی و مخالف ہے کیوں کہ اس روایت میں بظاہر حضور ﷺ کا حکم مطلق کاٹنے یا جلانے کے لئے ہے اور دوسری روایت میں یہ حکم ہے مگر یہ صورت ممکن ہے کہ حضور ﷺ نے پہلے وہ حکم دیا ہو اس کے بعد دوسری مرتبہ یہ حکم دیا ہو۔

ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ بنی نضیر نے مسلمانوں سے کہا تم مسلمان ہو تمہیں حلال نہیں ہے کہ نخلستان کو کاٹو۔ کیوں کہ محمد (ﷺ) فساد سے منع فرماتے ہیں

Marfat.com

۔لہٰذا نخلستان کو کاٹنے کا کیسے حکم دے سکتے ہیں ۔اس پر مسلمانوں میں اختلاف رائے پیدا ہو گیا۔بعض نے کہا ہم تو کاٹیں گے اور بعض نے کہا ہم نہیں کاٹیں گے اس پر حکم ہوا کہ یہودیوں کے تمام آثار و نشانات کو ناپید کر دو۔

"حق تبارک و تعالیٰ کی جناب سے حکم آیا اور جو لینت سے کاٹتے ہو اور چھوڑتے ہو تم ان کو وہ جڑوں پر قائم رہیں تو یہ اللہ کے حکم سے ہے تاکہ فاسقوں کو رسوا کرے۔"

حق تعالیٰ نے بنی نضیر کے دل میں ایک خوف ہیبت اور رعب طاری کر دیا انہوں نے کسی کو حضور ﷺ کی بارگاہ عالی میں بھیجا کہ آپ ہمیں چھوڑ دیں تاکہ ہم آپ کے شہروں سے نکل جائیں اور راہ مسافرت اختیار کریں ۔حضور اکرم ﷺ نے فرمایا آج تمہاری التجا ناقابل پذیرائی ہے ۔(ہم نے تمہیں پہلے ہی دس دن کی مہلت دیدی تھی اس مہلت سے فائدہ اٹھا سکتے تھے) اب یہی صورت ہے کہ تم تمام اسلحہ سے دست کش ہو کر صرف اتنا مال و اسباب جتنا جلدی و تیزی میں سواریوں پر لادسکو لے جا سکتے ہو۔" اس پر وہ راضی ہو گئے ۔ چنانچہ چھ سو اونٹ بار کر کے کچھ شام کی طرف چلے گئے اور کچھ خیبر کی جانب اور کچھ کسی اور طرف جلا وطن ہو گئے ۔وہ اپنی ضلالت اور شر و فساد کی بنا پر سرگرداں ہوئے ۔اور دینی اشاعت ان کے شر و فساد سے پاک و صاف ہوئی۔

ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ یہ ذلیل و خوار یہود، نکلتے وقت خود کو بناتے سنوارتے، دف بجاتے اور گاتے ہوئے مدینہ سے نکلے ۔اور غزاء و جہاد کی مشروعیت کا مقصد ہی اہل کفار و عناد کے شر و فساد سے دینی آماجگاہ کو پاک و صاف بنانا ہے ۔اس کی مثال ایسی ہے کہ درختوں سے ان ناکارہ و خراب شاخوں کو چھانٹا جائے جو پھل آنے میں رکاوٹ پیدا کریں ۔اگر کوئی کہے کہ اگر یہی وجہ

Marfat.com

ہے تو ان کو قتل کرنا چاہیے تا کہ شرک کے آثار مٹیں اور فساد کا مادہ ختم ہو اور جلا وطن کرنے میں تو ان کے خبث کا وجود باقی رہتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ ان سے غداری اور بدعہدی واقع ہوئی تھی اس کی سزا میں ان کو جلا وطنی کا حکم دیا گیا تھا اور جو لوگ جنگ و قتال پر آمادہ ہوئے اور اس کے لئے وہ ایستادہ ہو گئے وہ قتل کر دیئے گئے اور باقی کو جلا وطن فرما دیا اور بغیر قتال کے قتال کا حکم نہ فرمایا۔

Marfat.com

غزوہ بنی المصطلق (شعبان یوم دوشنبہ ۵ ہجری)

ہجرت کے پانچویں سال غزوہ مریسیع (بضم میم وفتح راء وسکون یا) واقع ہوا۔ یہ بنی خزاعہ کے چشمہ کا نام ہے اس کو غزوہ بنی المصطلق (بضم میم وسکون صاد وفتح طاء وکسر لام) بھی کہتے ہیں۔ مصطلق ایک شخص کا لقب ہے جس کا نام خزیمہ بن سعد بن عمرو ہے جو بنی خزاعہ کے بطن سے ہے اور صلق سخت و کرخت آواز کو کہتے ہیں اس غزوہ کا وقوع دوشنبہ کے دن پانچویں ہجری کے ماہ شعبان کی دو راتیں گزرنے کے بعد ہوا۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ شنبہ کا دن تھا اور موسیٰ بن عقبہ نے کہا ہے کہ یہ چوتھے سال میں ہوا ہے ارباب سیر کہتے ہیں کہ یہ سبقت قلم ہے کہ بجائے پانچ کے چار لکھ گئے۔ مختار یہ ہے کہ پانچ ہجری میں ہوا ہے اس غزوہ کے وقوع کا سبب یہ ہے کہ حارث بن ابی ضرار نے جو کہ اس قبیلہ کا سردار تھا بعض قبائل عرب کو مدعو کیا تا کہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ جنگ کے لئے لشکر فراہم کرے۔ جب یہ خبر حضور اکرم ﷺ کو پہنچی تو حضور ﷺ نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بن الحصیب اسلمی کو جو کہ مشہور صحابی ہیں اس جماعت کی طرف بھیجا تا کہ تحقیق کر کے لائیں اور انہیں اجازت دی کہ ”اَلْحَرْبُ خُدْعَةٌ“ (جنگ ایک داؤ ہے) کے تحت جو مقتضائے حال ہو ان سے گفتگو کریں۔ تو حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ اس جماعت کی طرف

Marfat.com

گئے اور انہوں نے گفتگو میں فرمایا کہ سنا گیا ہے کہ تم محمد (ﷺ) کے ساتھ جنگ کا ارادہ رکھتے ہو؟ اگر یہ بات واقع کے مطابق ہے تو میں تمہاری معاونت کروں گا اور تمہارے ساتھ جنگ میں شریک ہوں گا اس جماعت نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے بڑی تعظیم و تکریم کے ساتھ سلوک کیا۔ انہوں نے کہا ہاں! ہمارا ارادہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ جنگ کرنے کا پختہ عزم کے ساتھ ہے اس پر حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تب تو مجھے اجازت دو تا کہ جا کر اپنے لوگوں کو مجتمع کر کے لاسکوں اس بہانہ سے وہ ان کے پاس سے آئے اور حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں تمام حال پیش کیا۔ اس کے بعد حضور اکرم ﷺ لشکر اسلام مجتمع کر کے تشریف لے چلے مدینہ منورہ میں حضرت زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ کو خلیفہ بنایا اور مہاجرین کا علم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو دیا اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو دیا اور انصار کا علم حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو دیا اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو مقدمہ لشکر پر متعین فرمایا۔ اس لشکر میں تیس گھوڑے مہاجرین کے تھے اور بیس گھوڑے انصار کے۔ بہت سے منافقوں نے بھی غنیمت اور دنیاوی سامان کے لالچ میں لشکر اسلام کے ساتھ موافقت کی اور راہ میں کافروں کے جاسوسوں کو پکڑا اور ان کے لشکر کے بارے میں پوچھا پہلے تو وہ انکار کرتے رہے بعد ازاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ڈرانے دھمکانے سے انہوں نے اعتراف کیا پھر حضور ﷺ کے حکم سے انہیں قتل کیا گیا۔ جب حارث کو خبر پہنچی کہ حضور ﷺ ایک لشکر کے ساتھ اس کی طرف بڑھے چلے آرہے ہیں تو بنی مصطلق کے دلوں میں اس سے رعب و خوف پڑ گیا اور بہت سے وہ لوگ جو اطراف اکناف سے حارث بن ضرار کی جماعت میں جمع ہوئے تھے جدا ہونے لگے ہر ایک نے اپنی اپنی منزل کی راہ لی اور حارث کے پاس بجز بنی مصطلق کے کوئی نہ رہا حضور ﷺ نے وہاں پہنچ کر چشمہ مرسیع پر

Marfat.com

قیام فرمایا اس سفر میں امہات المومنین میں سے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہمراہ تھیں۔ کفار نے اپنے لشکر کو مرتب کر کے میدان جنگ میں مقابلہ کے لئے پاؤں رکھا جب دونوں طرف سے صفیں درست ہو گئیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حکم ہوا کہ وہ کفار کو خبر دار کریں کہ اگر وہ لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ کہہ دیں تو ان کا خون اور تمام مال و اسباب محفوظ رہیں گے انہوں نے اس کا انکار کیا۔ لشکر اسلام نے یکبارگی ان پر حملہ کر دیا اور پہلے ہی حملہ میں مشرکوں کے علمبردار کو قتل کر دیا اور انہیں شکست ہوگئی ان کے دس آدمی مارے گئے باقی تمام مردوں اور عورتوں کو اسیر بنا لیا اور بہت سا مال غنیمت از قسم چوپائے، انعام اور سپاہ ہاتھ آیا مسلمانوں میں سے صرف ایک شخص شہید ہوا صحیح بخاری میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ان پر ان کی غفلت کی حالت میں حملہ کا حکم دیا جبکہ وہ جانوروں کو پانی پلا رہے تھے اس کے بعد جنگ کرنے والوں کو قتل کیا اور بچوں کو قید کر لیا۔

ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ جنگ کی آگ ٹھنڈی ہو جانے کے بعد بنی مصطلق کا ایک شخص آیا اور وہ شرف اسلام سے مشرف ہوا اس نے کہا ہم جنگ کے دوران مردان سفید جامہ کو ابلق گھوڑوں پر سوار لشکر اسلام کے درمیان دیکھتے رہے ہیں وہ ایسے تھے کہ ہم نے ان جیسے پہلے کبھی نہ دیکھے تھے اور جویریہ جو اُمہات المومنین میں سے ہیں اسی غزوہ کی قیدیوں میں سے تھیں اور اسی حارث بن ضرار کی بیٹی تھیں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب تقسیم غنائم اور اسیروں سے فارغ ہوئے اس وقت حضور اکرم ﷺ میرے ساتھ ایک چشمہ پر تشریف فرما تھے اچانک جویریہ رضی اللہ عنہا بنت الحارث بن ضرار داخل ہوئی یہ عورت بہت ملیح اور صاحب حسن و جمال تھی جو کوئی اسے دیکھتا اس پر فریفتہ ہو جاتا۔ اس وقت میرے دل

Marfat.com

میں آتش غیرت پیدا ہوگئی کہ مبادا حضور اکرم ﷺ اس کی طرف مائل ہو جائیں اور ان کو اپنے ازواج میں داخل فرمالیں اور بالآخر وہی ہوا جب جویریہ رضی اللہ عنہا آئی تو سب سے پہلی بات اس نے یہ کہی "یارسول اللہ ﷺ میں مسلمان ہوتی ہوں اور اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَ اِنَّكَ رَسُوْلُهٗ " پڑھتی ہوں اور کہا کہ میں حارث بن ابی ضرار کی بیٹی ہوں اور اس قبیلہ کی سردار اور پیشوا ہوں اور اب میں لشکر اسلام کے ہاتھ میں قید ہوں اور ثابت رضی اللہ عنہ بن قیس کے حصہ میں آئی ہوں اس نے مجھے مکاتب بنایا ہے اور میں اتنے مال کی طاقت نہیں رکھتی کہ بدل کتابت ادا کر سکوں میں امید رکھتی ہوں کہ آپ ﷺ میری مدد فرمائینگے تا کہ میں ادائے کتابت کر سکوں" حضور ﷺ نے فرمایا" میں ایسا کروں گا اور اس سے بھی زیادہ میں تیرے ساتھ حسن سلوک کروں گا" اس نے عرض کیا "یارسول اللہ ﷺ اس سے بہتر سلوک کیا ہوگا؟" فرمایا" میں ادائے کتابت کر کے تجھے اپنے حبالہ عقد میں لاکر اپنی زوجیت سے سرفراز کروں گا۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ بن قیس کے پاس کسی کو بھیجا اور مکاتبت کی رقم ان کو سپرد کرائی۔ آزاد ہونے کے بعد ان کو اپنے نکاح میں لے لیا۔ صحابہ عظام جب اس حقیقت سے مطلع ہوئے تو انہوں نے باہم خیال آرائی فرمائی اور کہا کہ ہمیں یہ زیب نہیں دیتا کہ سید کائنات ﷺ کے حرم پاک کے عزیزوں اور رشتہ داروں کی اسیری اور قید میں رکھ کر غلام بنائیں اور سب نے ان سب کو آزاد کر دیا۔

ارباب سیر کہتے ہیں کہ بنی المصطلق کے قیدیوں کی تعداد ایک سو نو سے زیادہ تھی' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نہیں جانتی کہ کوئی عورت اپنی خیر و برکت میں سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ بزرگ ہو۔

ارباب سیر سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ میں

Marfat.com

نے رسول اللہ ﷺ کے تشریف لانے سے پہلے اپنے قبیلہ میں ایک خواب دیکھا کہ گویا ایک ماہتاب یثرب سے طلوع ہو کر اتر رہا ہے یہاں تک کہ وہ ماہتاب میری آغوش میں آ گیا میں نے اپنے اس خواب کو کسی سے نہ کہا۔ یہاں تک کہ اس کی تعبیر سامنے آ گئی سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کا نام اسیری سے پہلے "برہ" بمعنی نیکوکار تھا سید عالم ﷺ نے ان کا نام "جویریہ" رکھا نام کی تبدیلی اپنی عادت شریفہ کی بنا پر تھی کہ آپ ﷺ ناموں کو بدل دیا کرتے تھے اگرچہ نام اچھا ہی ہو۔ لیکن اس میں آنحضرت ﷺ کراہت محسوس کرتے تھے کہ مثلاً کوئی کہے کہ گھر میں "برہ" ہے؟ اور اس کا جواب ہے کہ "برہ" نہیں ہے یعنی نیکی و بھلائی نہیں ہے" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ایسا نام رکھا جائے جس کے پکارنے میں کوئی بے برکتی اور بدشگونی نہ ہو۔

اسی غزوہ میں اس منافق ملعون ابوالفضل نے جس کا نام عبد اللہ بن ابی ابن سلول تھا اور جو منافقوں کا سردار تھا اس نے کہا لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ۔ (اگر ہم مدینہ لوٹے تو ضرور عزت والے لوگ ذلیلوں کو وہاں سے نکال دیں گے) اس طرح اس نے مسلمانوں کی تذلیل و تحقیر کی۔ اس ملعون نے یہ بات اس بنا پر کہی تھی کہ سنان (بکسر سین) بن وَبَر (بفتح واؤ وسکون باء) جہنی جو قبیلہ خزرج کی طرف سے عمرو بن عوف کا حلیف وہم سوگند تھا اور جہجاہ بن سعید غفاری جو کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے اجیر و مزدور تھے ان دونوں کے درمیان کسی ادنیٰ سی بات پر جھگڑا واقع ہوا وہ جھگڑا یہ تھا کہ دونوں کے ڈول کنویں میں گر پڑے تھے اور یہ دونوں ڈول ایک دوسرے سے ملتے جلتے اور مشابہ تھے ان دونوں میں سے ایک ڈول نکل آیا سنان نے کہا "یہ میرا ڈول ہے"۔ اور جہجاہ نے کہا "یہ میرا ڈول ہے" ارباب سیر کہتے ہیں کہ واقع میں یہ ڈول سنان کا تھا یہ جھگڑا اتنا بڑھا کہ جہجاہ نے ایک گھونسہ سنان کے منہ پر مار دیا اس کے

Marfat.com

منہ سے خون بہنے لگا۔اس کے بعد سنان نے جو انصار کا حلیف تھا انصار سے استغاثہ کیا اور جہجاہ نے مہاجرین کی طرف رخ کیا دونوں طرف کی جماعتیں ہتھیار باندھ کر نکل آئیں قریب تھا کہ فتنے کی آگ بھڑک اٹھے کہ مہاجرین کے ایک گروہ نے سنان سے درخواست کی کہ وہ اپنے حق سے دستبردار ہو جائے سنان ان کے کہنے کی بنا پر اپنے حق سے دستبردار ہو گئے۔ یہ خبر جب عبد اللہ ابن ابی منافق کو پہنچی اور یہ پہلے ہی گزر چکا ہے کہ اس غزوہ میں منافقین بھی ہمراہ تھے اور یہ منافق ملعون ابن ابی بھی از قبیلہ انصار تھا جب اس نے سنا کہ جہجاہ نے جو مہاجرین سے منتسب ہے سنان کے ساتھ جو انصار کا حلیف تھا ایسا سلوک کیا ہے تو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عداوت کی بنا پر کفر و نفاق کی رگ پھڑکی اور ان منافقوں سے جو اس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اس نے کہا مہاجرین کے ہاتھوں میں جو اتنی قدرت و طاقت پیدا ہوئی ہے وہ ہمارے واسطہ سے ہے اور ان کے وجود کی بقا ہم سے وابستہ ہے وہ ایسا سلوک کرتے ہیں جس طرح کہ ہمارے اور تمہارے درمیان یہ کہاوت مشہور ہے کہ سَمِّنْ كَلْبَكَ يَأْكُلُكَ اپنے کتے کو فربہ کرتا کہ وہ تجھے کھائے"۔اور اس نے کہا اگر ہم مدینہ لوٹے تو ضرور بہت زیادہ عزت والے وہاں سے ان کو جو بہت خوار ہیں نکال دیں گے۔اس ملعون نے "اعز" سے مراد اپنے آپ کو لیا اور "اذل" سے مراد ذات بابرکات رسول خدا ﷺ کو لیا (نعوذ باللہ، واللہ اعلم)۔

جس مجلس میں اس ملعون نے یہ بات منہ سے نکالی تھی۔ حضرت زید بن رضی اللہ عنہ ارقم انصاری اس میں تشریف فرما تھے انہوں نے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر جو کچھ سنا تھا نقل کر دیا اکابر صحابہ مثلاً حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ وغیرہ بھی حضور ﷺ کی اس مجلس مبارک میں حاضر تھے حضور ﷺ نے زید کے قول کو منسوب بفرض رکھا۔اور فرمایا ممکن ہے کہ ان

Marfat.com

کے سننے میں غلطی واقع ہوئی ہے اس پر حضرت زید رضی اللہ عنہ نے قسم کھا کر اپنی بات کی سچائی کا یقین دلایا اس کے بعد اس منافق ملعون کی یہ بات پورے لشکر اسلام میں پھیل گئی اور انصار کی ایک جماعت نے حضرت زید رضی اللہ عنہ بن ارقم کی سرزنش کرتے ہوئے کہا کہ "تم نے ایک قوم کے سردار پر جھوٹ باندھا ہے"۔ زید رضی اللہ عنہ نے کہا۔ خدا کی قسم میں نے یہ بات اس سے خود سنی ہے اور مجھے امید ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ اپنے نبی ﷺ پر اس سلسلہ میں ضرور وحی بھیجے گا۔" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ اجازت دیجئے کہ میں اس منافق ملعون کی گردن اڑا دوں۔" حضور ﷺ نے فرمایا "اگر میں نے اس کے قتل کا حکم دیا تو لوگ کہیں گے کہ محمد (ﷺ) اپنے ساتھیوں کو قتل کراتے تھے۔" اس کے بعد حضور ﷺ نے سب کو کوچ کرنے کا حکم فرمایا باوجودیکہ دھوپ اور ہوا بہت گرم و شدید تھی مگر مقصود یہ تھا کہ صحابہ کرام، منافقین کے بارے میں سوچ بچار نہ کرسکیں اور اس گفتگو میں نہ پڑیں اس پر حضرت اسید رضی اللہ عنہ بن حضیر نے عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ کیا بات ہوئی جو آپ ﷺ نے اتنی شدت و تمازت میں کوچ کا حکم فرما دیا" حضور ﷺ نے فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے ساتھی یعنی عبداللہ بن ابی نے کیا کہا ہے؟" حضرت اسید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ اگر آپ چاہیں تو ہم اسے مدینہ سے نکال دیں کیوں کہ اعز آپ ہیں اور اذل وہ ملعون ہے اور عزت اللہ کے لئے ہے اور اس کے رسول ﷺ کے لئے ہے اور مسلمانوں کے لئے ہے۔" اس کے بعد انہوں نے عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ! اس کے ساتھ نرمی اور مدارت فرمائیے کیوں کہ آپ ﷺ کے مدینہ منورہ تشریف لانے سے پہلے مدینہ کے تمام لوگ اس پر متفق تھے کہ مدینہ کی بادشاہی کا تاج اس کے سر پر رکھیں اور اسے مدینہ کا سردار اور امیر بنائیں لیکن آپ ﷺ کی تشریف آوری کی وجہ سے اس

Marfat.com

کی امارت وحکومت کا امکان ختم ہوگیا اور اب اس کی بیچارگی اور حسد اسے ایسی بیہودہ باتیں کہنے پر مجبور کرتی ہے۔" بعض انصار نے حضور ﷺ کی مجلس شریف سے نکل کر اس ملعون منافق سے کہا کہ "اس قسم کی باتیں تیرے بارے میں حضور اکرم ﷺ کے حضور میں ہوئی ہیں اگر تو نے ایسا کہا ہے تو چل کر معافی مانگ لے اور اگر نہیں کہا ہے تو انکار کردے اور قسم کھالے مگر خبردار جھوٹ نہ کہنا کیوں کہ قرآن تیری مذمت میں نازل ہو جائے گا۔" اس پر وہ ملعون منافق آیا اور اس نے قسم کھا کر کہا کہ میں نے ایسی کوئی بات نہیں کہی ہے جسے زید رضی اللہ عنہ میری طرف منسوب کرتے ہیں"۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بہت غمزدہ اور دل شکستہ ہوگیا۔ اس کے بعد سورۂ منافقین نازل ہوئی اور حضور اکرم ﷺ نے مجھے بلا کر فرمایا "تمہیں بشارت ہو کہ حق تعالیٰ نے تمہاری تصدیق فرمائی اور اس منافق کی تکذیب کی۔ پھر حضرت عبداللہ بن الصامت رضی اللہ عنہ ابن ابی کے پاس آئے اور اس کی خوب مذمت فرمائی اور فرمایا۔

"اٹھ اور حضور اکرم ﷺ کے پاس چل تاکہ حضور اکرم ﷺ تیرے لئے استغفار کریں۔"

وہ سیاہ باطن اپنی گردن جھٹکنے لگا اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

"اور جب ان منافقوں سے کہا جاتا ہے چلو تاکہ رسول اللہ تمہارے لئے استغفار کریں تو وہ سروں کو جھٹکتے ہیں اور تم دیکھتے ہو کہ وہ حاضر ہونے سے کتراتے ہیں یہ لوگ متکبر و گردن کش ہیں۔"

مروی ہے کہ ابن ابی ملعون کا ایک لڑکا تھا جو مسلمان، موحد، مخلص اور محب بارگاہ نبوت تھا۔ لوٹتے وقت جب مسلمان وادی عقیق پر پہنچے تو وہ لڑکا سر راہ کھڑا ہو گیا یہاں تک کہ جب اس کا باپ پہنچا اور اس نے شہر میں داخل ہونا چاہا تو وہ اس

Marfat.com

کے گھوڑے کی لگام پکڑ کر اسے روک کر کہنے لگا۔

''کہو بنی آدم میں سب سے زیادہ عزت والے حضور ﷺ ہیں اور سارے عالم میں سب سے زیادہ ذلیل وخوار تو ہے''۔

جو بھی اس کیفیت کو دیکھتا تعجب کرتا۔ جب حضور ﷺ پہنچے اور یہ ملاحظہ فرمایا کہ ابن ابی کا بیٹا اسے مدینہ منورہ میں داخل ہونے سے تلوار کھینچ کر روک رہا ہے اور اس کا باپ کہہ رہا ہے کہ:

''میں بچوں سے زیادہ ذلیل ہوں اور میں عورتوں سے زیادہ خوار ہوں''

مگر وہ بیٹا بدستور داخل ہونے میں مانع ہے اس پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔

''چھوڑ دو کہ وہ داخل ہو جائے''

پھر اس نے باپ کا راستہ چھوڑ دیا۔

اربابِ سیر بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ بنی المصطلق سے واپسی کے وقت مدینہ منورہ کے قریب اتنی شدید اور تیز آندھی چلی کہ لوگوں نے گمان کیا شاید دشمنوں نے مدینہ طیبہ پر حملہ کر دیا ہے اور وہ لوٹ مار کر رہے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا خوف نہ کرو، مدینہ طیبہ ہر آفت وخوف سے محفوظ ہے اور اس کا کوئی گوشہ اور کوئی گھاٹی ایسی خالی نہیں ہے جہاں کوئی فرشتہ پاسبانی ومحافظت میں مقرر نہ ہو۔ لیکن آج کوئی عظیم النفاق منافق مر گیا ہے وہ زید بن رفاعہ تھا جو ابن ابی کا دوست تھا اور اس منافق کے مرنے سے ابن ابی کو بڑا رنج وملال ہوا تھا کیوں کہ یہ دونوں منافقین آپس میں بڑی محبت رکھتے تھے۔ اس غزوے میں حضور ﷺ کے اٹھائیس دن صرف ہوئے۔

Marfat.com

غزوۂ خندق (ذی قعد پانچ ہجری)

۵ ہجری کی تمام لڑائیوں میں یہ جنگ سب سے زیادہ مشہور اور فیصلہ کن جنگ ہے چونکہ دشمنوں سے حفاظت کے لئے شہر مدینہ کے گرد خندق کھودی گئی تھی۔ اس لئے یہ لڑائی ''جنگ خندق'' کہلاتی ہے اور چونکہ تمام کفار عرب نے متحد ہو کر اسلام کے خلاف یہ جنگ کی تھی۔ اس لئے اس لڑائی کا دوسرا نام ''جنگ احزاب'' (تمام جماعتوں کی متحدہ جنگ) ہے۔ قرآن مجید میں اس لڑائی کا تذکرہ اسی نام کے ساتھ آیا ہے۔

''قبیلہ بنو نضیر'' کے یہودی جب مدینہ سے نکال دیئے گئے تو ان میں سے یہودیوں کے چند رؤسا ''خیبر'' میں جا کر آباد ہو گئے اور خیبر کے یہودیوں نے ان لوگوں کا اتنا اعزاز و اکرام کیا کہ سلام بن الحقیق، وحی بن اخطب و کنانہ بن الربیع کو اپنا سردار مان لیا۔ یہ لوگ چونکہ مسلمانوں کے خلاف غیظ و غضب میں بھرے ہوئے تھے اور انتقام کی آگ ان کے سینوں میں دہک رہی تھی۔ اس لئے ان لوگوں نے مدینہ پر ایک زبردست حملہ کی اسکیم بنائی۔ چنانچہ یہ تینوں اس مقصد کے پیش نظر مکہ گئے اور کفار قریش سے مل کر یہ کہا کہ اگر تم لوگ ہمارا ساتھ دو تو ہم لوگ مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے نیست و نابود کر سکتے ہیں۔ کفار قریش تو اس کے

Marfat.com

بھوکے ہی تھے۔ فوراً ہی ان لوگوں نے یہودیوں کی ہاں میں ہاں ملا دی۔ کفار قریش سے ساز باز کر لینے کے بعد ان تینوں یہودیوں نے ''قبیلہ بنو غطفان'' کا رخ کیا اور خیبر کی آدھی آمدنی دینے کا لالچ دے کر ان لوگوں کو بھی مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے کے لئے آمادہ کر لیا پھر بنو غطفان نے اپنے حلیف ''بنو اسد'' کو بھی جنگ کے لئے تیار کر لیا۔ ادھر یہودیوں نے اپنے حلیف ''قبیلہ بنو اسد'' کو بھی اپنا ہمنوا بنا لیا اور کفار قریش نے اپنی رشتہ داریوں کی بنا پر ''قبیلہ بنو سلیم'' کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا غرض اس طرح تمام قبائل عرب کے کفار نے مل جل کر ایک لشکر جرار تیار کر لیا۔ جس کی تعداد دس ہزار تھی اور ابوسفیان اس پورے لشکر کا سپہ سالار بن گیا۔

جب قبائل عرب کے تمام کافروں کے اس گٹھ جوڑ اور خوفناک حملہ کی خبریں مدینہ پہنچیں تو حضور اقدس ﷺ نے اپنے اصحاب کو جمع فرما کر مشورہ فرمایا کہ اس حملہ کا مقابلہ کس طرح کیا جائے؟ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے یہ رائے دی کہ جنگ احد کی طرح شہر سے باہر نکل کر اتنی بڑی فوج کے حملہ و میدانی لڑائی میں لڑنا مصلحت کے خلاف ہے۔ لہٰذا مناسب یہ ہے کہ شہر کے اندر رہ کر اس حملہ کا دفاع کیا جائے اور شہر کے گرد جس طرف سے کفار کی چڑھائی کا خطرہ ہے ایک خندق کھود لی جائے تاکہ کفار کی پوری فوج بہ یک وقت حملہ آور نہ ہو سکے۔ مدینہ کے تین طرف چونکہ مکانات، تنگ گلیاں اور کھجوروں کے جھنڈ تھے۔ اس لئے ان تینوں جانب سے حملہ کا امکان نہیں تھا۔ مدینہ کا صرف ایک رخ کھلا تھا اس لئے یہ طے کیا گیا کہ اس طرف پانچ گز گہری خندق کھود دی جائے۔ چنانچہ ۸ ذوقعدہ ۵ ھ کو حضور ﷺ تین ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر خندق کھودنے میں مصروف ہو گئے۔ حضور ﷺ نے خود اپنے دست مبارک سے خندق کی حد بندی فرمائی اور دس دس آدمیوں پر دس دس گز زمین تقسیم فرما دی اور تقریباً بیس دن میں یہ خندق

Marfat.com

تیار ہوگئی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور ﷺ خندق کے پاس تشریف لائے اور جب یہ دیکھا کہ انصار و مہاجرین کڑکڑاتے ہوئے جاڑے کے موسم میں صبح کے وقت کئی کئی فاقوں کے باوجود جوش و خروش کے ساتھ خندق کھودنے میں مشغول ہیں تو انتہائی متاثر ہو کر آپ ﷺ نے یہ رجز پڑھنا شروع کر دیا۔

ترجمہ: "اے اللہ! بلاشبہ زندگی تو بس آخرت کی زندگی ہے۔ لہٰذا تو انصار و مہاجرین کو بخش دے۔"

اس کے جواب میں انصار و مہاجرین نے آواز ملا کر یہ پڑھنا شروع کر دیا کہ۔

ترجمہ: "ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے جہاد پر حضرت محمد ﷺ کی بیعت کرلی ہے۔ جب تک ہم زندہ رہیں ہمیشہ کے لئے۔"

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ خود بھی خندق کھودتے اور مٹی اٹھا اٹھا کر پھینکتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کے شکم مبارک پر غبار کی تہہ جم گئی تھی اور مٹی اٹھاتے ہوئے صحابہ رضی اللہ عنہم کو جوش دلانے کے لئے رجز کے اشعار پڑھتے تھے کہ۔

ترجمہ: "اللہ کی قسم! اگر اللہ کا فضل نہ ہوتا تو ہم ہدایت نہ پاتے اور نہ صدقہ دیتے، نہ نماز پڑھتے۔ لہٰذا اے اللہ! تم ہم پر قلبی اطمینان اتار دے۔ جنگ کے وقت ہم کو ثابت قدم رکھ۔ یقیناً ان (کافروں) نے ہم پر ظلم کیا ہے اور جب بھی لوگوں نے فتنہ کا ارادہ کیا تو ہم لوگوں نے انکار کر دیا لفظ "ابینا" حضور ﷺ بار بار بہ تکرار بلند آواز سے دہراتے تھے۔"

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ خندق کھودتے وقت ناگہاں ایک

Marfat.com

ایسی چٹان نمودار ہوگئی جو کسی سے بھی نہیں ٹوٹی۔ جب ہم نے بارگاہ رسالت ﷺ میں یہ ماجرا عرض کیا تو آپ ﷺ اٹھے۔ تین دن کا فاقہ تھا اور شکم مبارک پر پتھر بندھا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے پھاوڑا مارا تو وہ چٹان ریت کے بھر بھرے ٹیلے کی طرح بکھر گئی۔

اور ایک روایت یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اس چٹان پر تین مرتبہ پھاوڑا مارا۔ ہر ضرب پر اس میں سے ایک روشنی نکلتی تھی اور اس روشنی میں آپ ﷺ نے شام و ایران اور یمن کے شہروں کو دیکھ لیا اور تینوں ملکوں کے فتح ہونے کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بشارت دی۔

اور نسائی کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے مدائن کسریٰ و مدائن قیصر و مدائن حبشہ کی فتوحات کا اعلان فرمایا۔

حضور اقدس ﷺ نے خندق تیار ہو جانے کے بعد عورتوں اور بچوں کو مدینہ کے محفوظ قلعوں میں جمع فرما دیا اور مدینہ پر حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ بنا کر تین ہزار انصار و مہاجرین کی فوج کے ساتھ مدینہ سے نکل کر سلع پہاڑ کے دامن میں ٹھہرے سلع آپ ﷺ کی پشت پر تھا اور آپ ﷺ کے سامنے خندق تھی۔ مہاجرین کا جھنڈا حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا اور انصار کا علم بردار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔

کفار قریش اور ان کے اتحادیوں نے دس ہزار کے لشکر کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ بول دیا اور تین طرف سے کافروں کا لشکر اس زور و شور کے ساتھ مدینہ پر امنڈ پڑا کہ شہر کی فضاؤں میں گرد و غبار کا طوفان اٹھ گیا۔

منافقین جو مسلمانوں کے دوش بدوش کھڑے تھے۔ وہ کفار کے اس لشکر کو دیکھتے ہی بزدل ہو کر پھسل گئے اور اس وقت ان کے نفاق کا پردہ چاک ہو گیا۔

چنانچہ ان لوگوں نے حضور اکرم ﷺ سے اپنے گھر جانے کی اجازت مانگنی شروع کر دی۔ لیکن اسلام کے سچے جاں نثار مہاجرین و انصار نے جب لشکر کفار کی طوفانی یلغار کو دیکھا تو اس طرح سینہ سپر ہو کر ڈٹ گئے کہ "سلع" اور "احد" کی پہاڑیاں سر اٹھا اٹھا کر ان مجاہدین کی اولوالعزمی کو حیرت سے دیکھنے لگیں۔

قبیلہ بنو قریظہ کے یہودی اب تک غیر جانب دار تھے لیکن بنو نضیر کے یہودیوں نے ان کو بھی اپنے ساتھ ملا کر لشکر کفار میں شامل کر لینے کی کوشش شروع کر دی۔ چنانچہ حی بن اخطب ابوسفیان کے مشورہ سے بنو قریظہ کے سردار کعب بن اسد کے پاس گیا۔ پہلے تو اس نے اپنا دروازہ نہیں کھولا اور کہا کہ ہم محمد ﷺ کے حلیف ہیں اور ہم نے ان کو ہمیشہ اپنے عہد کا پابندہ پایا ہے۔ اس لئے ہم ان سے عہد شکنی کرنا خلاف مروت سمجھتے ہیں۔ مگر بنو نضیر کے یہودیوں نے اس قدر شدید اصرار کیا اور طرح طرح سے ورغلایا کہ بالآخر کعب بن اسعد معاہدہ توڑنے کے لئے راضی ہو گیا۔ بنو قریظہ نے جب معاہدہ توڑ دیا اور کفار سے مل گئے تو کفار مکہ اور ابوسفیان خوشی سے باغ باغ ہو گئے۔

حضور اکرم ﷺ کو جب اس کی خبر ملی تو آپ ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو تحقیق حال کے لئے بنو قریظہ کے پاس بھیجا۔ وہاں جا کر معلوم ہوا کہ واقعی بنو قریظہ نے معاہدہ توڑ دیا ہے۔ جب ان دونوں معزز صحابیوں نے بنو قریظہ کو ان کا معاہدہ یاد دلایا تو ان بدذات یہودیوں نے انتہائی بے حیائی کے ساتھ یہاں تک کہہ دیا کہ ہم کچھ نہیں جانتے کہ محمد ﷺ کون ہیں؟ اور معاہدہ کس کو کہتے ہیں؟ ہمارا کوئی معاہدہ ہوا ہی نہیں تھا۔ یہ سن کر دونوں حضرات واپس آ گئے اور صورت حال سے حضور ﷺ کو مطلع کیا تو آپ ﷺ نے بلند آواز سے "اللہ اکبر" کہا اور فرمایا کہ مسلمانو، تم اس سے نہ گھبراؤ۔ نہ اس کا غم

Marfat.com

کرو۔ اس میں تمہارے لئے بشارت ہے۔

کفار کا لشکر جب آگے بڑھا تو سامنے خندق دیکھ کر ٹھہر گیا اور شہر مدینہ کا محاصرہ کر لیا اور تقریباً ایک مہینے تک کفار شہر مدینہ کے گرد گھیرا ڈالے ہوئے پڑے رہے اور یہ محاصرہ اس سختی کے ساتھ قائم رہا کہ حضور ﷺ اور صحابہ پر کئی کئی فاقے گزر گئے۔

کفار نے ایک طرف تو خندق کا محاصرہ کر رکھا تھا اور دوسری طرف اس لیے حملہ کرنا چاہتے تھے کہ مسلمانوں کی عورتیں اور بچے قلعوں میں پناہ گزین تھے۔ مگر حضور ﷺ نے جہاں خندق کے مختلف حصوں پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مقرر فرما دیا تھا کہ وہ کفار کے حملوں کا مقابلہ کرتے رہیں۔ اسی طرح عورتوں اور بچوں کی حفاظت کے لئے کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو متعین کر دیا تھا۔

محاصرہ کی وجہ سے مسلمانوں کی پریشانی دیکھ کر حضور ﷺ نے خیال کیا کہ کہیں مہاجرین و انصار ہمت نہ ہار جائیں اس لئے آپ ﷺ نے ارادہ فرمایا کہ قبیلہ غطفان کے سردار عینیہ بن حصن سے اس شرط پر معاہدہ کر لیں کہ وہ مدینہ کی ایک تہائی پیداوار لے لیا کرے اور کفار مکہ کا ساتھ چھوڑ دے۔ مگر جب آپ ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما سے اپنا یہ خیال ظاہر فرمایا تو ان دونوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اگر اس بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی اتر چکی ہے جب تو ہمیں اس سے انکار کی مجال ہی نہیں ہو سکتی اور اگر یہ ایک رائے ہے تو یا رسول اللہ ﷺ جب ہم کفر کی حالت میں تھے اس وقت تو قبیلہ غطفان کے سرکش کبھی ہماری ایک کھجور نہ لے سکے اور اب جب کہ اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں کو اسلام اور آپ ﷺ کی غلامی کی عزت سے سرفراز فرما دیا ہے تو بھلا کیوں کر ممکن ہے کہ ہم اپنا مال ان کافروں کو دے دیں گے؟ ہم ان کفار کو

Marfat.com

کھجوروں کا انبار نہیں۔ بلکہ نیزوں اور تلواروں کی مار کا تحفہ دیتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ فرما دے گا۔ یہ سن کر حضور ﷺ خوش ہو گئے اور آپ ﷺ کو پورا پورا اطمینان ہو گیا۔

خندق کی وجہ سے دست بدست لڑائی نہیں ہو سکتی تھی اور کفار حیران تھے کہ اس خندق کو کیونکر پار کریں۔ مگر دونوں طرف سے روزانہ برابر تیر اور پتھر چلا کرتے تھے۔ آخر ایک روز عمر بن عبدود، وعکرمہ بن ابو جہل وہیرہ بن وہب و ضرار بن الخطاب وغیرہ کفار کے چند بہادروں نے بنو کنانہ سے کہا کہ اٹھو۔ آج مسلمانوں سے جنگ کر کے بتا دو کہ شہسوار کون ہے؟ چنانچہ یہ سب خندق کے پاس آ گئے اور ایک ایسی جگہ سے جہاں خندق کی چوڑائی کچھ کم تھی گھوڑا کود کر خندق کو پار کر لیا۔

سب سے آگے عمرو بن عبدود تھا۔ یہ اگرچہ نوے برس کا خرانٹ بڈھا تھا۔ مگر ایک ہزار سواروں کے برابر بہادر مانا جاتا تھا۔ جنگ بدر میں زخمی ہو کر بھاگ نکلا تھا اور اس نے یہ قسم کھا رکھی تھی کہ جب تک مسلمانوں سے بدلہ نہ لے لوں گا بالوں میں تیل نہ ڈالوں گا یہ آگے بڑھا اور چلا چلا کر مقابلہ کی دعوت دینے لگا۔ تین مرتبہ اس نے کہا کہ کون ہے جو میرے مقابلہ کو آتا ہے؟ تینوں مرتبہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ "شیر خدا" نے اٹھ کر جواب دیا کہ "میں" حضور ﷺ نے روکا کہ اے علی! یہ عمرو بن عبدود ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ جی ہاں۔ میں جانتا ہوں کہ یہ عمرو بن عبدود ہے۔ لیکن میں اس سے لڑوں گا۔ یہ سن کر تاجدار نبوت ﷺ نے اپنی خاص تلوار ذوالفقار اپنے دست مبارک سے حیدر کرار کے مقدس ہاتھ میں دے دی اور اپنے مبارک ہاتھوں سے ان کے سر انور پر عمامہ باندھا اور یہ دعا فرمائی کہ یا اللہ! تو علی کی مدد فرما۔

Marfat.com

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور عمرو بن عبدود کے درمیان جملوں کا تبادلہ ہوا۔ ان جملوں کو سن کر عمرو بن عبدود خون کھولا دینے والے یہ گرم گرم جملے سن کر مارے غصہ کے آپے سے باہر ہو گیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پیدل تھے اور یہ سوار تھا۔ اس پر جو غیرت سوار ہوئی تو گھوڑے سے اتر پڑا اور اپنی تلوار سے گھوڑے کے پاؤں کاٹ ڈالے اور ننگی تلوار لے کر آگے بڑھا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر تلوار کا بھرپور وار کیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے تلوار کے اس وار کو اپنی ڈھال پر روکا۔ یہ وار اتنا سخت تھا کہ تلوار ڈھال اور عمامہ کو کاٹتی ہوئی پیشانی پر لگی۔ گو بہت گہرا زخم نہیں لگا مگر پھر بھی زندگی بھر یہ طغریٰ آپ رضی اللہ عنہ کی پیشانی پر یادگار بن کر رہ گیا۔ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے تڑپ کر للکارا کہ اے عمرو! سنبھل جا۔ اب میری باری ہے۔ یہ کہہ کر اسد اللہ الغالب رضی اللہ عنہ نے ذوالفقار کا ایسا جچا تلا ہاتھ مارا کہ تلوار دشمن کے شانے کو کاٹتی ہوئی کمر سے پار ہو گئی اور وہ تلملا کر زمین پر گرا اور دم زدن میں مر کر فی النار ہو گیا اور میدان کارزار زبان حال سے پکار اٹھا کہ۔

شاہ مرداں، شیر یزداں قوت پروردگار
لَافَتیٰ اِلَّا عَلِی لَا سَیْفَ اِلَّا ذُو الْفِقَارِ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کیا اور منہ پھیر کر چل دیئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے علی (رضی اللہ عنہ)! آپ رضی اللہ عنہ نے عمرو بن عبدود کی زرہ کیوں نہیں اتار لی۔ سارے عرب میں اس سے اچھی کوئی زرہ نہیں ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے عمر! ذوالفقار کی مار سے وہ اس طرح بے قرار ہو کر زمین پر گرا کہ اس کی شرمگاہ کھل گئی۔ اس لئے حیا کی وجہ سے میں نے منہ پھیر لیا۔

اس کے بعد نوفل غصہ میں بپھرا ہوا میدان میں نکلا اور پکارنے لگا کہ میرے مقابلہ کے لئے کون آتا ہے؟ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ اس پر بجلی کی

Marfat.com

طرح جھپٹے اور ایسی تلوار ماری کہ وہ دو ٹکڑے ہو گیا اور تلوار زین کو کاٹتی ہوئی گھوڑے کی کمر تک پہنچ گئی۔ لوگوں نے کہا کہ اے زبیر! تمہاری تلوار کی تو مثال نہیں مل سکتی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تلوار کیا چیز ہے؟ کلائی میں دم خم اور ضرب میں کمال چاہئے۔ ہیرہ اور ضرار بھی بڑے طنطنہ سے آگے بڑھے مگر جب ذوالفقار کا وار دیکھا تو لرزہ براندام ہو کر فرار ہو گئے۔ کفار کے باقی شہسوار بھی جو خندق کو پار کر کے آ گئے تھے وہ سب بھی بھاگ کھڑے ہوئے اور ابو جہل کا بیٹا عکرمہ تو اس قدر بدحواس ہو گیا کہ اپنا نیزہ پھینک کر بھاگا اور خندق کے پار جا کر اس کو قرار آیا۔

بعض مورخین کا قول ہے کہ نوفل کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا اور بعض نے یہ کہا کہ نوفل حضور ﷺ پر حملہ کرنے کی غرض سے اپنے گھوڑے کو کودا کر خندق کو پار کرنا چاہتا تھا کہ خود ہی خندق میں گر پڑا اور اس کی گردن ٹوٹ گئی اور وہ مر گیا۔ بہرحال کفار مکہ نے دس ہزار درہم میں اس کی لاش کو لینا چاہا تا کہ وہ اس کو اعزاز کے ساتھ دفن کریں۔ حضور ﷺ نے رقم لینے سے انکار فرما دیا اور ارشاد فرمایا کہ ہم کو اس لاش سے کوئی غرض نہیں۔ مشرکین اس کو لے جائیں اور دفن کریں ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔

اس دن کا حملہ بہت ہی سخت تھا۔ دن بھر لڑائی جاری رہی اور دونوں طرف سے تیر اندازی اور پتھر بازی کا سلسلہ برابر جاری رہا اور کسی مجاہد کا اپنی جگہ سے ہٹنا ناممکن تھا۔ خالد بن ولید نے اپنی فوج کے ساتھ ایک جگہ سے خندق کو پار کر لیا اور بالکل ہی ناگہاں حضور ﷺ کے خیمہ اقدس پر حملہ آور ہو گیا مگر حضرت اسید بن حفیر رضی اللہ عنہ نے اس کو دیکھ لیا اور دو سو مجاہدین کو ساتھ لے کر دوڑ پڑے اور خوب جم کر لڑے۔ اس لئے کفار خیمہ اطہر تک نہ پہنچ سکے۔

اس گھمسان کی لڑائی میں حضور ﷺ کی نماز عصر قضا ہو گئی۔ بخاری شریف

Marfat.com

کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جنگ خندق کے دن سورج غروب ہونے کے بعد کفار کو برا بھلا کہتے ہوئے بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ (ﷺ)! میں نماز عصر نہیں پڑھ سکا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں نے بھی ابھی تک نماز عصر نہیں پڑھی ہے پھر آپ ﷺ نے وادی بطحان میں سورج غروب ہو جانے کے بعد نماز عصر قضا پڑھی۔ پھر اس کے بعد نماز مغرب ادا فرمائی اور کفار کے حق میں دعا مانگی:

حضور ﷺ نے جنگ خندق کے موقع پر جب کہ کفار مدینہ کا محاصرہ کئے ہوئے تھے اور کسی کے لئے شہر سے باہر نکلنا دشوار تھا تین دفعہ ارشاد فرمایا کہ کون ہے جو قوم کفار کی خبر لائے؟ تینوں مرتبہ زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے جو حضور ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے فرزند ہیں یہ کہا کہ "میں یارسول اللہ ﷺ خبر لاؤں گا" حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی اس جان نثاری سے خوش ہو کر تاجدار عالم ﷺ نے فرمایا کہ "ہر نبی کیلئے حواری (مددگار خاص) ہوتے ہیں اور میرا "حواری" زبیر ہے۔"

اسی طرح حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بارگاہ رسالت سے "حواری" کا خطاب ملا جو کسی دوسرے صحابی کو نہیں ملا۔

اس جنگ میں مسلمانوں کا جانی نقصان بہت ہی کم ہوا۔ یعنی کل چھ مسلمان شہادت سے سرفراز ہوئے مگر انصار کا سب سے بڑا بازو ٹوٹ گیا۔ یعنی حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جو قبیلہ اوس کے سردار اعظم تھے۔ اس جنگ میں ایک تیر سے زخمی ہو گئے اور پھر شفایاب نہ ہو سکے۔

آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ ایک چھوٹی سی زرہ پہنے ہوئے جوش میں بھرے ہوئے نیزہ لے کر لڑنے کے لئے جا رہے تھے کہ ابن العرقہ نامی کافر نے ایسا نشانہ باندھ کر تیر مارا کہ جس سے آپ رضی اللہ عنہ کی ایک رگ

Marfat.com

جس کا نام اکحل ہے وہ کٹ گئی جنگ ختم ہونے کے بعد ان کے لئے حضور ﷺ نے مسجد نبوی میں ایک خیمہ گاڑا اور ان کا علاج کرنا شروع کیا۔ خود اپنے دستِ مبارک سے ان کے زخم کو دو مرتبہ داغا اور ان کا زخم بھرنے لگ گیا تھا۔ لیکن انہوں نے شوقِ شہادت میں اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگی کہ ''یا اللہ! تو جانتا ہے کہ کسی قوم سے جنگ کرنے کی مجھے اتنی زیادہ تمنا نہیں ہے جتنی کفار قریش سے لڑنے کی تمنا ہے۔ جنہوں نے تیرے رسول کو جھٹلایا اور ان کو ان کے وطن سے نکالا۔ اے اللہ میرا تو یہی خیال ہے کہ اب تو نے ہمارے اور کفار قریش کے درمیان جنگ کا خاتمہ کر دیا ہے لیکن اگر ابھی کفار قریش سے کوئی جنگ باقی رہ گئی ہو۔ جب تو مجھے زندہ رکھ تاکہ میں تیری راہ میں ان کافروں سے جہاد کروں اور اگر اب ان لوگوں سے کوئی جنگ باقی نہ رہ گئی ہو تو میرے اس زخم کو تو پھاڑ دے اور اسی زخم میں تو مجھے موت عطا فرما دے۔''

آپ رضی اللہ عنہ کی یہ دعا ختم ہوتے ہی بالکل اچانک آپ رضی اللہ عنہ کا زخم پھٹ گیا اور خون بہ کر مسجد نبوی کے اندر بنی غفار کے خیمہ میں پہنچ گیا۔ ان لوگوں نے چونک کر کہا کہ اے خیمہ والو! یہ کیسا خون ہے جو تمہارے خیمہ سے بہہ کر ہماری طرف آ رہا ہے؟ جب لوگوں نے دیکھا تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے زخم سے خون بہہ رہا تھا۔ اسی زخم میں ان کی وفات ہوگئی۔

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی موت سے عرش الٰہی ہل گیا اور ان کے جنازہ میں ستر ہزار ملائکہ حاضر ہوئے اور جب ان کی قبر کھودی گئی تو اس میں مشک کی خوشبو آنے لگی۔

عین وفات کے وقت حضور انور ﷺ ان کے سرہانے تشریف فرما تھے۔ انہوں نے آنکھ کھول کر آخری بار جمالِ نبوت کا نظارہ کیا اور کہا کہ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ

Marfat.com

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ۔ پھر باآواز بلند یہ کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبلیغ رسالت کا حق ادا کر دیا۔

جنگ خندق میں ایک ایسا موقع بھی آیا کہ جب یہودیوں نے یہ دیکھا کہ ساری مسلمان فوج خندق کی طرف مصروفِ جنگ ہے تو جس قلعہ میں مسلمانوں کی عورتیں اور بچے پناہ گزین تھے۔ یہودیوں نے اچانک اس پر حملہ کر دیا اور ایک یہودی دروازہ تک پہنچ گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے اس کو دیکھ لیا اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم اس یہودی کو قتل کر دو۔ ورنہ یہ جا کر دشمنوں کو یہاں کا حال و ماحول بتا دے گا۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی اس وقت ہمت نہیں پڑی کہ اس یہودی پر حملہ کریں۔ یہ دیکھ کر خود حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے خیمہ کی ایک چوب اکھاڑی اس یہودی کے سر پر اس زور سے ماری کہ اس کا سر پھٹ گیا۔ پھر خود ہی اس کا سر کاٹ کر قلعہ کے باہر پھینک دیا۔ یہ دیکھ کر حملہ آور یہودیوں کو یقین ہو گیا کہ قلعہ کے اندر بھی کچھ فوج موجود ہے۔ اس ڈر سے انہوں نے پھر اس طرف حملہ کرنے کی جرأت ہی نہیں کی۔

حضرت نعیم بن مسعود اشجعی رضی اللہ عنہ قبیلہ غطفان کے بہت ہی معزز سردار تھے اور قریش و یہود دونوں کو ان کی ذات پر پورا پورا اعتماد تھا۔ یہ مسلمان ہو چکے تھے لیکن کفار کو ان کے اسلام کا علم نہ تھا۔ انہوں نے بارگاہِ رسالت میں یہ درخواست کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے اجازت دیں تو میں یہودیوں اور قریش دونوں سے ایسی گفتگو کروں کہ دونوں میں پھوٹ پڑ جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی اجازت دے دی۔ چنانچہ انہوں نے یہود اور قریش سے الگ الگ کچھ اس قسم کی باتیں کیں جس سے واقعی دونوں میں پھوٹ پڑ گئی۔

ابوسفیان شدید سردی کے موسم، طویل محاصرہ، فوج کا راشن ختم ہو جانے

Marfat.com

سے حیران و پریشان تھا۔ جب اس کو یہ پتا چلا کہ یہودیوں نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا ہے تو اس کا حوصلہ پست ہو گیا اور وہ بالکل ہی بد دل ہو گیا۔ پھر ناگہاں کفار کے لشکر پر قہر و قہار و غضب جبار کی ایسی مار پڑی کہ اچانک مشرق کی جانب سے ایسی طوفان خیز آندھی آئی کہ دیگیں چولھوں پر سے الٹ پلٹ ہو گئیں۔ خیمے اکھڑ اکھڑ کر اڑ گئے اور کافروں پر ایسی وحشت سوار ہو گئی کہ انہیں راہ فرار اختیار کرنے کے سوا کوئی چارہ کار ہی نہیں رہا۔

ابو سفیان نے اپنی فوج میں اعلان کر دیا کہ راشن ختم ہو چکا۔ موسم انتہائی خراب ہے۔ یہودیوں نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا۔ لہٰذا اب محاصرہ بے کار ہے۔ یہ کہہ کر کوچ کا نقارہ بجا دینے کا حکم دے دیا اور بھاگ نکلا قبیلہ غطفان کا لشکر بھی چل دیا۔ بنو قریظہ بھی محاصرہ چھوڑ کر اپنے قلعوں میں چلے آئے اور ان لوگوں کے بھاگ جانے سے مدینہ کا مطلع کفار کے گرد و غبار سے صاف ہو گیا۔

Marfat.com

غزوہ بنی قریظہ (ذی قعدہ یوم چہارشنبہ ۵ ہجری)

جب آنحضرت ﷺ غزوہ خندق سے واپس تشریف لائے تو نماز ظہر کے بعد بنو قریظہ سے جنگ کا حکم آیا۔ بنو قریظہ نقض عہد کر کے احزاب کے ساتھ مل گئے تھے۔

اس لیے حضور انور ﷺ تین ہزار کی جمعیت کے ساتھ روانہ ہوئے۔ اور پچیس دن ان کو محاصرہ میں رکھا۔ آخر کار انہوں نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا حکم منظور کر لیا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ کیا کہ ان کے مرد قتل کیے جائیں۔ عورتیں اور بچے گرفتار کر لیے جائیں اور ان کا مال و اسباب غنیمت سمجھا جائے۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

قَضَيْتَ بِحُكْمِ اللّٰهِ۔

”تو نے اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔“ (استثناء۔ باب ۲۰ آیت ۱۰)

چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ مردوں کی تعداد چھ یا سات سو تھی۔

Marfat.com

غزوۂ خیبر (محرم الحرام ۷ ہجری)

خیبر ایک بڑے شہر کا نام ہے جس میں متعدد قلعے اور بکثرت کھیتیاں ہیں۔ یہ مدینہ منورہ سے آٹھ برید کے فاصلہ پر شام کی جانب ہے۔ قاموس میں ہے کہ خیبر مشہور قلعہ کا نام ہے۔ اس غزوۂ کا وقوع ہجرت کے ساتویں سال میں ہوا ہے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سات ہجری ماہ محرم کے آخری دنوں میں تشریف لے گئے اور دس یا بارہ روز تک ان کا محاصرہ فرمایا اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فتح کرا دیا۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ آخر سن چھ ہجری میں ہے۔ یہ امام مالک سے منقول ہے اور اسی پر ابن حزم نے جزم کیا ہے چنانچہ حضور اکرم ﷺ مدینہ طیبہ سے ایک ہزار چار سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ تشریف لے گئے مواہب میں ایک ہزار ایک سو پیدل اور دو سو سوار مروی ہے۔

اس غزوہ کے وقوع کا سبب یہ تھا کہ جب حق تعالیٰ نے حدیبیہ سے واپسی کے وقت سورۂ "انا فتحنا" نازل فرمائی اور بشارت دی اور اپنے نبی ﷺ سے وقوع فتح اور غنائم کا وعدہ فرمایا اور حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ:۔

وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَأْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ

"اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ فرمایا جنہیں تم حاصل کرو

Marfat.com

گے تو ان غنایم کو تمہارے لئے مقرر کر دیا۔"

تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وعدہ غنایم کو فتح خیبر پر محمول فرمایا۔ اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ تو یہ تھی اور اشارہ میں بات فرمایا کرتے تھے لیکن اس جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو صاف صاف بتا دیا۔ اور فرمایا:

"لشکر کی تیاری کرو کیوں کہ ہم غزوہ خیبر کی طرف جانے والے ہیں۔"

مدینہ منورہ میں سباع بن عرفطہ غفاری رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنا کر چھوڑ دیا اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو ہمراہ لیا اور دیگر بیس مسلمان عورتوں کو بھی تیمارداری اور مرہم پٹی اور دیگر خدمات کے لئے ساتھ لے لیا۔ اور لشکر کے مقدمہ پر عکاشہ بن محصن اسدی کو اور میمنہ پر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو اور میسرہ وغیرہ پر دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کو مقرر فرمایا۔ لشکر اسلام میں دو سو گھوڑے سوار تھے۔ اور تین گھوڑے تو خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے اور کثرت سے اونٹ تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا اس سفر میں کوئی شخص اس غرض سے ہمارے ساتھ شامل نہ ہو جسے دنیاوی مال کی طمع ہو۔

ایک روایت میں ہے کہ عبد اللہ بن سلول منافق نے ہمراہ جانے کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں یہ بات فرمائی اس منافق نے یہود کو خبر بھیجی کہ "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے استیصال کا ارادہ رکھتے ہیں۔ خبردار اپنے قلعوں میں داخل نہ ہونا باہر نکل کر ان کے ساتھ جنگ کی تیاری کرو۔ کیوں کہ سامان جنگ تمہارے پاس بہت زیادہ ہے۔ اور تمہارے خدام "خذلھم اللہ" بہت کثرت سے ہیں۔"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا منافقوں کو اس غزوہ میں شریک ہونے سے منع فرمانے کا سبب یہ تھا چونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں سے کثیر مغانم کا وعدہ کیا گیا تھا اور اس پر صراطِ مستقیم کی ہدایت مترتب ہوتی تھی اس بنا پر اس غزوے کو

Marfat.com

منافقوں کی ناپاکی سے پاک رکھا اور نہ چاہا کہ ان مغانم میں مخلص مسلمانوں کے ساتھ منافقین بھی شریک ہوں۔ (واللہ اعلم)

اس غزوے کا مکمل قصہ، جزئی اور کلی واقعات کے ساتھ کتب سیر میں مذکور ہے۔ ہماری روش چونکہ اختصار کی ہے اس لئے ہم ان بڑے بڑے کلی واقعات کو اختصار کے ساتھ بیان کرتے ہیں جن میں فوائد عظیمہ اور حج قاہرہ مذکور ہیں۔ (وباللہ التوفیق)

جاننا چاہئے کہ صحیح بخاری میں سلمتہ بن الاکوع کی حدیث مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خیبر کے لئے نکلے ہم قطع مسافت کر رہے تھے کہ ایک رات ہم میں سے عامر بن سنان بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے کہا گیا تم ہمیں اپنے ان اشعار و رجز میں سے کچھ سناتے نہیں جو تمہیں یاد ہیں؟ چونکہ عامر رضی اللہ عنہ شاعر اور حدی خواں شخص تھا اور بلند آواز سے خوب پڑھا کرتا تھا۔ اور اہل عرب کی عادت تھی کہ جب ان پر راہ کی تھکن لاحق ہوتی اور ان کے چلنے سے مجبور ہو جاتے تو حدی پڑھتے یہاں تک کہ اونٹ مست ہو کر تیزی کے ساتھ مسافت طے کر لیتے اس پر عامر رضی اللہ عنہ اونٹ سے نیچے اتر آئے اور حدی پڑھنے لگے اور عبداللہ بن رواحہ کے وہ اشعار جن کے شروع میں یہ ہے کہ:

اَللّٰھُمَّ لَوْلَا اَنْتَ مَا اَھْتَدَیْنَا. وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّیْنَا۔

خوش آوازی اور عمدہ لحن و نغمہ کے ساتھ پڑھا۔ اس کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا وقت ان کی خوش آوازی کے ساتھ نغمہ پڑھنے سے اچھا گزر گیا اور ان پر ایک رقت سی طاری ہو گئی اور ان کے اونٹ بھی مست ہو کر تیزی سے سفر طے کرنے لگے۔

اس پر حضور ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

''یہ کون ہے؟ جو اونٹوں کو چلاتا اور حدی گاتا ہے''

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا عامر رضی اللہ عنہ بن الاکوع ہیں۔

فرمایا:

''یرحمه الله''

ایک روایت میں ہے فرمایا:

''غفرلك ربك''

اس پر لشکر اسلام میں سے کسی نے عرض کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

''یارسول اللہ (ﷺ)! ان کے لئے شہادت واجب ہوگئی اور یارسول اللہ (ﷺ)! کس لئے انہیں کچھ عرصہ اور رہنے نہ دیا جائے کہ ہم ان سے بہرہ مند ہوتے اور وہ ہمارے ساتھ کچھ عرصہ اور حیات رہتے؟''

چونکہ حضور اکرم ﷺ کا قاعدہ مبارکہ یہ تھا کہ جس کے لئے حضور ﷺ ایسی دعا فرماتے وہ شرف شہادت سے مشرف ہو جاتا۔

مواہب لدنیہ میں مقید کر کے لکھا ہے کہ اس غزوہ اور جہاد میں حضور اکرم ﷺ نے جس کے لئے بھی ایسی دعا فرمائی بالآخر وہ شہید ہو گیا۔

روضتہ الاحباب میں کسی سیر کی کتاب سے منقول ہے کہ جب عامر رضی اللہ عنہ پڑھنے سے خاموش ہوئے تو حضور ﷺ نے عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا ''کیا تم ہمارے لئے حدی نہیں کہو گے اور اونٹوں کی رفتار میں تیزی نہیں لاؤ گے؟''

اس پر انہوں نے بھی حدی پڑھی اور وہی اشعار پڑھے جو عامر رضی اللہ عنہ نے پڑھے اور اخیر کا ایک شعر اس میں زیادہ کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا ''رَحِمَهُ اللهُ'' چنانچہ غزوہ موتہ میں انہوں نے بھی شہادت پائی سبحان اللہ۔ عجب دربارِ گہر بار ہے کہ اس

Marfat.com

دربار کی خدمت کا اجر و ثواب، ایسی رحمت کا حصول ہے کہ جان دیں اور شہید ہو جائیں۔ درحقیقت لطف و رحمت یہی ہے کہ اس جہان کی تنگ دامانی سے چھٹکارا پائے۔

اتفاقاً بسر کوئے کسی افتادہ است
کہ دراں کوئے چمن کشتہ بسے افتادہ است

اس مقام میں بجز جان قربان کرنے کے کوئی چارہ نہیں ہے۔

خیبر والوں کو جب حضور اکرم ﷺ کی عزیمت کی اطلاع ملی تو انہوں نے کنانہ بن ابی الحقیق کو اپنے حلیف وہم سوگند غطفانیوں کے پاس بھیجا اور ان سے مدد مانگی۔ ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے خیبر والوں کی بات کو درخور اعتناء نہ جانا، ایک روایت میں ہے کہ ان میں سے چار ہزار جنگی، مرد نکلے پہلی منزل میں آسمان سے ایک آواز سنی کہ جن کو تم اپنے گھروں پر چھوڑ کے آتے ہو ان پر تباہی آ گئی۔ اس پر وہ اپنے گھروں کی طرف لوٹ گئے۔ نیز مروی ہے کہ غطفانیوں نے اپنے عقب سے حس وحرکت کی آواز سنی اور انہوں نے گمان کیا کہ مسلمان تاخت وتاراج اور تباہ کرنے کے لئے آ گئے ہیں۔ اس پر وہ واپس چلے گئے۔ یہ بھی حضور اکرم ﷺ کے معجزات میں سے تھا۔ اس کے باوجود اربابِ سیر بیان کرتے ہیں کہ دس ہزار سوار خیبریوں کے لشکر میں تھے۔ وہ تمام ذلیل وخوار ہوئے۔

اہلِ سیر بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ جب قلعہ خیبر کے درمیان تشریف لائے اور چشم مبارک ان بستیوں پر ڈالی تو دعا پڑھی:

اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَ مَا اَظْلَلْنَ وَ رَبَّ الْاَرَضِيْنَ السَّبْعِ وَمَا اَقْلَلْنَ وَرَبَّ الشَّيٰطِيْنِ وَ مَا اَضْلَلْنَ وَرَبَّ الرِّيَاحِ وَمَا ذَرَيْنَ اَسْئَلُكَ خَيْرَ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ وَخَيْرَ مَا فِيْهَا وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهَا شَرِّ مَا فِيْهَا۔

Marfat.com

اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی یہ دعا پڑھی۔ اس دعا کا پڑھنا جس وقت کہ کسی شہر یا گاؤں کو دیکھے یا ان میں داخل ہو تو ماثور و منقول ہے اور فرمایا:

اُدْخُلُوْا عَلٰی بَرَکٰتِ اللہِ۔

اس کے بعد حضور ﷺ اس مقام پر پہنچے جسے "منزلہ" کہتے ہیں پھر حضور ﷺ نے اس منزل میں اقامت فرمائی۔ اور ایک جگہ نماز کے لئے متعین فرمائی۔ اس جگہ نماز تہجد ادا فرمائی اور فجر کی نماز بہت تڑکے پڑھی اور متوجہ ہو گئے چونکہ حضور اکرم ﷺ کی عادت شریفہ تھی کہ علی الصباح آپ پیش قدمی فرماتے تھے۔

قادر مطلق نے اس رات خیبر والوں پر خواب غفلت مسلط کر دی گو وہ پہلے سے باخبر تھے کہ حضور ﷺ تشریف لا رہے ہیں مگر اس وقت حضور ﷺ کی آمد کی انہیں خبر نہ ہوئی۔ حالانکہ انہوں نے جب سے یہ سنا تھا کہ حضور ﷺ خیبر کی طرف آ رہے ہیں تو وہ ان بستیوں کی حفاظت کرتے اور ہر رات چند سوار دیکھ بھال کرتے اور جستجو میں رہتے۔ لیکن اس رات وہ سب غفلت کے مارے سوتے رہ گئے۔ یہاں تک کہ ان کے مرغوں نے بھی بانگ نہ دی اور ان کے چوپائے حرکت و جنبش کرنے سے رکے رہے۔ جب آفتاب طلوع ہوا تو بیدار ہوئے اور اپنے بیلچے اور کدال لیکر نکلے کہ کھیتوں میں جائیں۔ اچانک لشکر اسلام دور سے ان کی نظر میں آیا سب نے بھاگنے کی راہ لی، اور کہنے لگے۔ واللہ محمد والخمیس خدا کی قسم یہ محمد اور خمیس ہیں یعنی لشکر کی پانچ ٹولیوں کے ساتھ آ گئے ہیں۔ "خمیس" بہت بڑے لشکر کو کہتے ہیں جس کو پانچ حصوں پر تقسیم کیا گیا ہو۔ یعنی

(۱) مقدمہ

(۲) میمنہ

Marfat.com

③ میسرہ (جن کو جناحین یعنی دو بازو بھی کہتے ہیں)

④ قلب

⑤ ساقہ

جب حضور ﷺ نے یہ حال مشاہدہ فرمایا تو تکبیر بلند فرمائی اور کہا:

اَللّٰہُ اَکْبَرُ خَرِبَتْ خَیْبَرُ۔ اِنَّا اَنْزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِیْنَ۔

صحیح بخاری میں ہے حضور ﷺ خیبر کی طرف متوجہ ہوئے تو مسلمانوں نے بلند آواز سے تکبیر کہی اور کہا:

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”اے لوگو! اپنے نفسوں پر رفق و نرمی کرو۔ تم کسی غائب کو نہیں پکار رہے ہو جس کو پکار رہے ہو وہ تم سے نزدیک ہے اور وہ تمہارے ساتھ ہے۔“

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ جو اس حدیث کے راوی ہیں فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی سواری کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ حضور ﷺ نے سنا کہ میں:

”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ“

پڑھ رہا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا ”اے عبد اللہ بن قیس رضی اللہ عنہ! میں نے عرض کیا: لبیک یا رسول اللہ (ﷺ)! فرمایا:

”میں تمہیں ایسا کلمہ بتاؤں جو جنت کے خزانوں میں سے ہے؟“

میں نے عرض کیا: ”یا رسول اللہ! ضرور رہنمائی فرمائیے! فداك ابی وامی (میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں)۔“

فرمایا وہ کلمہ ”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ“ ہے۔

Marfat.com

چونکہ ازل سے ارادہ الٰہی اسی پر تھا کہ یہ فضل خاص فتح خیبر، حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے ساتھ مزید خصوصیت شامل ہو چونکہ قلعہ قموص خیبر کے تمام قلعوں سے زیادہ سخت اور مستحکم تھا اس لئے اس کو آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر فتح کرایا اور اسے خیبر کے تمام قلعوں اور ان کے شہروں کا مقدمہ اور اساس بنایا۔ اگر چہ ان میں سے کچھ قلعے مثلاً نطاۃ اور صعب وغیرہ اس سے پہلے فتح ہو چکے تھے لیکن اتمام فتح خیبر اور اکمال جناب مرتضوی سے منسوب ہے۔ ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ ایک رات حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

لَاُعْطِيَنَّ الرَّأيته غَدًا رَجُلٌ يُحِبُّهُ اللهُ وَرَسُوْلُهٗ يَفْتَحُ اللهِ عَلَيْهِ۔

کل میں اس شخص کو علم دوں گا یا یہ فرمایا کہ:

"کل وہ شخص جھنڈا لے گا جس کو اللہ اور اس کا رسول پسند فرماتا ہے اور اللہ اس پر فتح فرمائے گا۔"

ایک روایت میں آیا ہے کہ:

"یعنی وہ مرد بار بار پلٹ پلٹ کر دشمن پر حملہ کرے گا اور پیچھے نہ ہٹے گا۔"

روضتہ الاحباب میں ان کی تفسیر یہ کی گئی ہے کہ وہ شخص بڑھ بڑھ کر حملہ کرنے والا ہے پیچھے ہٹنے والا نہیں ہے جب حضور اکرم ﷺ نے یہ خبر بشارت اثر اور یہ مژدہ سعادت ثمر دیا تو تمام صحابہ راہ میں دیدۂ امید اور چشم انتظار لئے قبول درگاہ پر بیٹھ گئے تاکہ یہ دولت نصیب میں آئے اور اس فضیلت کے ساتھ مخصوص ہوں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی چشم بین کے سامنے گیا اور سلام عرض کر کے دوزانو ہو کے بیٹھ گیا اور پھر اس امید کے ساتھ اٹھا کہ میں اس فضیلت کا مستحق بنوں۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے بجز اس روز

Marfat.com

کے امارت کو کبھی پسند نہیں کیا اور نہ کبھی خواہش کی۔ ایک روایت میں ہے کہ قریش کی جماعت ایک دوسرے سے کہتی تھی یہ تو طے سمجھو کہ علی ابن ابی طالب تو اس مراد سے فائز نہ ہوں گے کیوں کہ ان کی آنکھ اس شدت سے درد کرتی ہے کہ وہ اپنے پاؤں تک نہیں دیکھ سکتے ہیں۔

منقول ہے کہ جب امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے ایسی بشارت کو فرماتے سنا تو ان کی خواہش میں لگن پیدا ہوئی اور دل چشم توکل میں اور امید بر فضل خدا رکھ کر دعا مانگی:

اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ

"اے خدا جب تو دینا چاہے تو کوئی روکنے والا نہیں اور جب تو باز رکھے تو کوئی دینے والا نہیں۔"

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ درد چشم کی بنا پر خیبر کے سفر سے تخلف کر کے مدینہ طیبہ میں ہی رہ گئے تھے انہیں سخت ترین آشوب چشم تھا اور وہ اپنے سے کہا کرتے میں نے رسول اللہ ﷺ سے جدا ہو کر مشغلہ جہاد سے دور رہ کر اچھا نہیں کیا ہے سفر کی تیاری کر کے مدینہ طیبہ سے چلدیئے۔ اثناء راہ میں یا خیبر پہنچنے کے بعد حضور ﷺ کو ان کی آمد کی اطلاع ملی، جب دن ہوا تو حضور ﷺ نے فرمایا علی ابن ابی طالب کہاں ہیں؟ لوگوں نے ہر طرف سے عرض کیا وہ یہیں ہیں لیکن ان کی آنکھ اتنی درد کرتی ہے کہ وہ اپنے پاؤں تک کو نہیں دیکھ سکتے" فرمایا" ان کو میرے پاس لاؤ سلمہ بن الاکوع گئے اور ان کو ہاتھ سے پکڑ کر حضور ﷺ کے سامنے لائے اس کے بعد حضور ﷺ نے ان کے سر کو اپنی مبارک ران پر رکھا اور اپنا لعاب دہن مبارک ان کی چشم مبارک میں لگایا اور دعا مانگی اسی وقت ان کی آنکھ سے درد جاتا رہا۔ اور انہیں شفائے کامل حاصل ہوگئی اس

Marfat.com

کے بعد انہیں کبھی درد چشم اور درد سر لاحق نہ ہوا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے یہ دعا بھی پڑھی:

اَللّٰھُمَّ اذْھَبْ عَنْہُ الْحَرَّ وَالْقَرَّا۔

اے خدا ان سے گرمی و سردی دونوں کو دور رکھ۔ چونکہ اکثر ابن آدم کا اسی سے سابقہ پڑتا ہے۔ خصوصاً جنگ کے معرکوں میں اور ان دنوں خیبر کی ہوا بہت گرم تھی مگر حضور ﷺ نے دعا میں سردی سے دور رہنے کو بھی شامل فرما دیا۔ ابن ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سخت گرمی میں روئی کا لباس پہنتے اور سخت سردی میں باریک کپڑے کا لباس پہنتے تو انہیں کوئی نقصان و ضرر نہ پہنچتا تھا۔ جب حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس بیماری سے نجات پا لی تو حضور ﷺ نے اپنی خاص زرہ انہیں پہنائی اور ذوالفقار ان کی میان میں باندھی، فرمایا جاؤ التفات نہ کرنا جب تک کہ حق تعالیٰ تمہارے ہاتھ پر قلعہ فتح نہ فرما دے عرض کیا:

''یارسول اللہ! کہاں تک میں ان سے قتال کروں؟''

حضور ﷺ نے فرمایا:

''اس وقت تک قتال کرو جب تک وہ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کی گواہی نہ دیں جب وہ اس کی گواہی دیں گے تو وہ اپنے خونوں اور مالوں کو بچا لیں گے مگر اس کے حق کے ساتھ اور ان کا حساب خدا پر ہے۔''

ایک روایت میں یہ ہے کہ جب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ علَم لے کر راہ میں آئے تو انہوں نے حضور ﷺ سے عرض کیا میں اس وقت تک ان سے جنگ کرتا رہوں گا۔ جب تک کہ وہ ہماری مانند نہ ہو جائیں یعنی مسلمان نہ ہو جائیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

عجلت نہ کرو اور جاؤ جب میدان کارزار میں پہنچو تو پہلے ان کو دعوت

Marfat.com

اسلام پیش کرو اور حق تعالیٰ کے وہ حقوق جو اس نے اپنے بندوں پر واجب کئے ہیں۔ یاد دلاؤ خدا کی قسم اگر تمہارے سبب سے حق تعالیٰ ایک شخص کو بھی ہدایت دیدے تو یہ تمہارے لئے اس سے بہتر ہے کہ تم ہزار سرخ اونٹ خدا کی راہ میں صدقہ کرو مطلب یہ ہے کہ ہدایت کرنا موجب ثواب آخرت ہے اور اس دنیاوی متاع سے افضل و بہتر ہے جو راہ خدا میں خرچ کیا جائے راہ حق بتانا افضل ترین اعمال ہے۔ اور صدقہ کرنا ایسی عبادت ہے جو اس کی مانند مقدس یعنی فدیہ وکفارہ ہے۔ جیسا کہ حدیث میں واقع ہوا ہے کہ ذکر کرنا، سونے چاندی کو راہ خدا میں خرچ کرنے سے افضل ہے۔

اس کے بعد حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ عَلَم لے کر روانہ ہوئے اور قلعہ قموص کے نیچے آگئے۔ انہوں نے علم کو سنگریزوں کے ایک ٹیلے پر جو قریب تھا نصب کیا۔ احبار یہود میں سے ایک نے جو قلعہ کے اوپر کھڑا تھا پوچھا کہ ''اے صاحب علم تم کون ہو؟ اور تمہارا نام کیا ہے؟'' فرمایا ''میں علی ابن ابی طالب ہوں'' اس کے بعد اس یہودی نے اپنی قوم سے کہا ''قسم ہے توریت کی! تم اس شخص سے مغلوب ہو گے۔ یہ فتح کئے بغیر نہ لوٹے گا ظاہر مفہوم یہ ہے کہ وہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی صفات اور ان کی شجاعت کو جانتا تھا کیوں کہ توریت میں اس نے آپ رضی اللہ عنہ کا وصف پڑھا تھا اور حضور ﷺ کے صحابہ کرام کے اوصاف سابقہ کتابوں میں لکھے ہوئے تھے چنانچہ سب سے پہلے جو قلعہ سے باہر نکلا وہ حارث یہودی تھا جو مرحب کا بھائی تھا اور اس کا نیزہ تین من کا تھا۔ اس نے نکلتے ہی جنگ شروع کر دی اور اس نے کئی مسلمانوں کو شہید کر دیا اس کے بعد علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس کے سر پر پہنچ گئے اور ایک ہی وار سے اسے دوزخ میں پہنچا دیا۔ مرحب کو جب بھائی کے مارے جانے کی خبر ملی تو وہ خیبر کے بہادروں کی جماعت کے ساتھ اسلحہ

Marfat.com

سے لیس ہو کر انتقام لینے کے لئے باہر نکلا کہتے ہیں کہ مرحب خیبر والوں میں بڑا بہادر، بلند قد و قامت والا بڑا جنگجو شخص تھا اور خیبر کے بہادروں اور شجاعوں میں اس کی برابری کا کوئی دوسرا شخص نہ تھا۔ اس روز وہ دو زرہ پہن کر، دو تلواریں حمائل کر کے دو عمامے باندھ کر اور اس کے اوپر خود رکھ کر یہ رجز کہتا ہوا معرکہ کار زار میں آیا۔

قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ اَنِّي مَرْحَبُ
شَاكِي السَّلَاحِ بَطَلُ ، مُّجَرَّبُ

کسی مسلمان کو ہمت نہ ہوئی کہ اس کے مقابل آتا اور میدان قتال میں اترتا۔ چنانچہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ بھی یہ رجز پڑھتے ہوئے آئے۔

ترجمہ: ''میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا۔ ضرغام ہوں اجام ہوں اور حملہ آور لیث ہوں۔''

ضرغام اجام اور لیث تینوں شیر کے مترادف المعنی الفاظ ہیں۔ معرکہ کارزار میں رجز پڑھنا عرب کے شجاعوں بہادروں کی عادت ہے اور اس مقام میں اپنی تعریف کرنا جائز ہے تاکہ مخالف کے دل میں رعب و ہیبت بیٹھے اور شوکت و دبدبہ ظاہر ہو۔ مرحب نے پیش دستی کر کے چاہا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سر پر تیغ کا وار کرے مگر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے سبقت کر کے اچھل کر ضرب ذوالفقار اس ملعون غدار کے سر پر ایسی رسید کی کہ خود کو کاٹتی زنجیروں کو چاٹتی حلق تک آ گئی۔ ایک روایت میں ہے اس کی رانوں تک پہنچی اور ایک روایت میں ہے کہ اس کے زین کے قابوس تک پہنچی اور اس کے دو ٹکڑے ہو گئے اس کے بعد اہل اسلام بامداد حضرت امیر میدان میں اتر آئے۔ اور یہودیوں کو قتل کرنا شروع کر دیا اور یہود کے شجاعوں میں سے سات کو جہنم رسید کر دیا ان کے باقی

Marfat.com

ساتھی ہزیمت اٹھا کر قلعہ میں داخل ہونے لگے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی ان کے تعاقب میں بڑھتے گئے اسی حالت میں ایک یہودی نے آپ رضی اللہ عنہ کے دست اقدس پر ایک وار کیا اور آپ رضی اللہ عنہ کی ڈھال زمین پر گر پڑی دوسرا یہودی اس ڈھال کو اٹھا کر بھاگ کھڑا ہوا حضرت امیر رضی اللہ عنہ کو جوش آیا اس حالت میں قوت ربانی کی طرف سے ایسی روحانی قوت وارد ہوئی کہ آپ رضی اللہ عنہ خندق کو پھاند کر قلعہ کے دروازہ پر پہنچ گئے اور قلعہ کے آہنی دروازہ کا ایک پٹ اکھاڑ ڈالا اور اس کی ڈھال بنا کر جنگ میں مشغول ہو گئے۔

اربابِ سیر بیان کرتے ہیں کہ جنگ سے فارغ ہونے کے بعد دو "وجب" کے فاصلہ پر آپ رضی اللہ عنہما نے اس دروازہ کو پس پشت دور پھینکا۔ اور کہتے ہیں کہ بعد میں سات قوی و تنومند آدمیوں نے مل کر اس در کو ایک پہلو سے دوسرے پہلو اور پلٹنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہے۔ اور چالیس آدمیوں نے مل کر چاہا کہ اسے اٹھالیں مگر عاجز رہ گئے روضتہ الاحباب، معارج النبوۃ اور سیر کی دیگر کتابوں میں ایسا ہی منقول ہے معارج النبوۃ میں منقول ہے کہ اس در کا وزن آٹھ سو من تھا۔

مواہب لدنیہ میں مروی ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جس باب خیبر کو اکھاڑا تھا اسے ستر آدمی انتہائی مشقت اور کوشش کے باوجود ہلا تک نہ سکے ابن اسحاق کی روایت میں سات آدمی مذکور ہیں اور حاکم بیہقی نے لیث بن ابی سلیم سے وہ ابوجعفر محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہم سے وہ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جس در خیبر کو اکھاڑ کر اٹھالیا تھا اس کے بعد جب اس پر تجربہ کیا گیا تو اسے چالیس آدمی بھی نہ اٹھا سکے اور کہا کہ لیث روایت میں ضعیف ہے بیہقی کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جب قلعہ پر پہنچے تو آپ

Marfat.com

نے ایک دروازہ اکھاڑ کر زمین پر پھینک دیا اس کے بعد جب ہم سے لوگوں نے چاہا کہ اسے اٹھا کر اپنی جگہ نصب کر دیں تو اسے چالیس آدمی بھی نہ اٹھا سکے اور کہا کہ ہمارے شیخ نے فرمایا کہ یہ تمام روایتیں واہی اور لغو ہیں اور بعض علماء نے ان روایتوں کو منکر قرار دیا ہے۔ (انتہی کلام المواہب)

صحیح بخاری میں فتح امیر المومنین کی حدیث مذکور ہے اس میں باب خیبر اکھاڑنے کا ذکر نہیں ہے لیکن مشہور ہے اور کتب احادیث میں مذکور و مسطور ہے۔

جب قموص کے قلعہ والوں نے اور خیبر کے تمام قلعے والوں نے حضرت امیر کی اس قوت و قدرت کا مشاہدہ کیا تو وہ سب فریاد کرنے لگے "الامان الامان" اس کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کے اشارہ سے ان کو اس شرط پر امان دی کہ ہر آدمی اونٹ پر کھانا لاد کر ان شہروں سے نکل جائے اور نقد اور تمام ساز و سامان اور اسلحہ مسلمانوں کے لئے چھوڑ دیں کسی چیز کو چھپا کر نہ رکھیں اور اگر کوئی ایسا مال برآمد ہو جسے بتایا نہیں گیا ہے تو امان بھی ان کے عہد و پیمان کی مانند مسلوب و ختم ہو جائے گی۔

حضور اکرم ﷺ کے حضور میں جب فتح کی خبر پہنچی تو اس نعمت کا شکر ادا فرمایا کیوں کہ یہ سبب ظہور عبرت اسلام تھا جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کفار کی مہم کو طے کرنے کے بعد بارگاہ رسالت ﷺ میں آنے لگے تو حضور انور ﷺ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے استقبال کے لئے خیمہ مبارک سے باہر تشریف لائے اور ان کو آغوش میں لے لیا اور دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور فرمایا:

بَلَغَنِیْ ثَنَاءُ كَ الْمَشْكُوْرُ وَ صَنِيْعُكَ الْمَذْكُوْرُ قَدْ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَرَضِيْتُ اَنَا عَنْكَ۔

مجھے تمہاری مشکورانہ تعریفیں پہنچیں اور تمہاری بہادریاں بیان ہوئیں۔

Marfat.com

بیشک اللہ ان سے راضی ہوا اور میں تم سے راضی ہوا" اس کے بعد حضرت امیر رونے لگے حضور ﷺ نے فرمایا "یہ رونا خوشی کا ہے یا غم کا" علی مرتضیٰ نے عرض کیا" نہیں یہ گریہ خوشی کا ہے میں کیوں نہ اس پر خوش ہوں کہ آپ مجھ سے راضی ہیں " حضور ﷺ نے فرمایا" میں ہی تنہا تم سے راضی نہیں بلکہ خدا، جبریل میکائیل اور تمام فرشتے تم سے راضی ہیں۔"

ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ قلعہ قموص سے جس کا حاکم کنانہ بن ابی الحقیق تھا سوزرہیں، چار سو تلواریں ہزار نیزے اور پانچ سو کمانیں حاصل ہوئیں اور بے شمار ساز و سامان بکثرت ہاتھ آیا اور سب کو جمع کیا گیا۔

اہل سیر کہتے ہیں کہ کنانہ بن ابی الحقیق کو جو خیبر کے رئیسوں میں سے تھا حضور ﷺ کے سامنے لائے اس نے پہلے تو بکری کے بچہ کی کھال میں سونا، زیور، موتیوں کے ہار اور جواہرات بھرا جب اس کی ثروت زیادہ ہوگئی تو گوسفند کی کھال میں بھر لیا پھر جب اور زیادہ ہوئی تو اس کو گائے کی کھال میں بھرا۔ پھر جب اس میں بھی نہ سما سکا تو اونٹ کی کھال میں بھر لیا جب مکہ والوں کو شادی وغیرہ مین پریشانی اور ضرورت ہوتی تو گروی رکھ کے اس سے زیور و جواہرات جس قدر ضرورت ہوتی عاریتہ لے لیتے حضور ﷺ نے کنانہ سے دریافت کیا" ابی الحقیق کا خزانہ کہاں ہے" اس نے کہا" اے ابو القاسم اس کو تو جنگی سامان کی فراہمی اور دیگر ضرورتوں میں ہم خرچ کر چکے اب اس میں سے کچھ باقی نہیں ہے اور قسم کھالی" حضور ﷺ نے تہدید فرمائی اگر اس کے بعد اس کے خلاف ظاہر ہوا تو تمہارا خون مباح ہوگا اور امان سے نکل جاؤ گے؟ حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم کو اور یہود کی ایک جماعت کو اس پر گواہ بنا لیا حالانکہ جس زمانہ میں قلعہ نطاۃ فتح ہوا تھا اس مال کو اس نے ایک ویرانہ میں مدفون کر

Marfat.com

دیا تھا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اس کی خبر دیدی۔ پھر حضور ﷺ نے کنانہ کو طلب فرمایا اور فرمایا آسمانی خبر کے حکم سے تو جھوٹا نکل آیا ہے اس کے بعد سید رسول ﷺ نے حضرت زبیر ابن عوام رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ اس ویرانہ میں بھیجا یہاں تک کہ کھود کر اس مال کو وہاں سے نکال لائے جب یہودیوں کی غداری ظاہر ہوگئی تو اس شرط وعہد کی رو سے جو انہوں نے کیا تھا ان سے امان اٹھ گئی۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے کنانہ کو محمد بن مسلمہ کے سپرد کر دیا تا کہ وہ اسے اپنے بھائی محمود بن مسلمہ کے عوض قتل کر دیں حضور ﷺ نے امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو جنگ قموص کی جانب بھیجتے وقت محمد بن مسلمہ سے فرمایا تھا کہ تمہیں بشارت ہو کہ کل تم اپنے بھائی کے قاتل کو قتل کرو گے بالآخر خیبر کے یہودیوں پر احسان کیا اور ان کے خون سے درگزر فرمایا۔ ان کی عورتوں کو قید کیا اور ان کے اموال کو غنیمت بنایا۔ اور حکم دیا کہ تمام غنیمتوں کو ساز و سامان، کھانے وغیرہ کی اشیاء اسلحہ اور تمام مویشیوں کو قلعہ نطاۃ میں جمع کریں اور منادی کرائی کہ اگر ایک رسی یا سوئی بھی چھپاؤ گے تو غنیمت میں خیانت متصور ہوگی جو موجب عار و عیب اور آتش دوزخ ہے اہل سیر کہتے ہیں کہ ایک حبشی غلام تھا جس کے سپرد حضور ﷺ کا سفری ساز و سامان تھا۔ اور "کرکرہ" اس کا نام تھا انہیں دنوں وہ مر گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا وہ جہنم میں ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے جستجو کی تو اس کے سامان میں سے ایک ریشمی چادر ملی جسے اس نے تقسیم غنیمت سے پہلے قبضہ میں لے لیا تھا نیز مروی ہے کہ خیبر کے دن ایک شخص مر گیا صحابہ نے حضور ﷺ سے اس کی نماز جنازہ پڑھنے کے لئے عرض کیا فرمایا اپنے ساتھی کی نماز تم پڑھ لو میں نہیں پڑھوں گا۔ اس پر لوگوں کے چہرے فق ہو گئے فرمایا "تمہارے اس ساتھی نے غنیمت میں خیانت کی ہے" اس کے بعد اس کے سامان کی تلاشی لی گئی تو یہود کے مہروں میں سے چند

Marfat.com

مہرے نکلے جن کی قیمت دو درہم سے زیادہ نہ تھی۔ نیز بخاری و مسلم کی حدیث میں مروی ہے کہ ایک شخص نے حضورؐ کی خدمت میں ایک غلام کو بھیجا جس کا نام مدعم تھا اس اثنا میں کہ وہ اپنا بوجھ اتار رہا تھا ایک تیر اسے آ کر لگا جس کا پھینکنے والا معلوم نہ ہوا پھر وہ اسی زخم سے مر گیا لوگوں نے کہا یہ مستحق جنت ہو گیا کیوں کہ اس نے حضور ﷺ کی خدمت گذاری میں شہادت پائی ہے۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا ''ہرگز نہیں۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اس نے روزِ خیبر تقسیم غنیمت سے پہلے ایک چادر لے لی ہے۔ اب اس پر آتش دوزخ لپیٹ مار رہی ہے'' جب لوگوں نے یہ بات سنی تو ایک شخص ڈول کی ایک رسی اور دوسرا شخص ڈول کی دو رسیاں لایا۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا یہ ایک رسی یا دو رسی آگ کی ہے۔ اس باب میں وعیدیں بہت کثرت سے ہیں لیکن فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے کہ کھانے پینے اور پھل کی قسم میں سے اگر کھا لے تو جائز ہے۔ اور اگر گائے یا اونٹ ذبح کر کے کھا لے تب بھی جائز ہے۔

جب تمام مال غنیمت جمع ہو گیا تو پانچواں حصہ نکال کر پیادہ کو ایک حصہ اور گھوڑے کو دو حصہ کے اعتبار سے تقسیم فرمایا گویا ہر وہ شخص جو گھوڑا رکھتا تھا اسے تین حصے ملے۔ اسی طرح نافع نے اس حدیث کی تفسیر کی ہے۔

Marfat.com

غزوۂ موتہ (جمادی الاوّل ۸ ہجری)

جمادی الاولیٰ میں غزوہ موتہ وقوع میں آیا۔ حقیقت میں یہ سریہ تھا۔ مگر لشکر کی کثرت کے سبب سے اسے غزوہ سے تعبیر کیا گیا۔ آنحضرت ﷺ نے حارث بن عمیر ازدی کے ہاتھ امیر بصریٰ یا قیصر روم کے نام اپنا نامہ مبارک بھیجا۔ جب قاصد موتہ میں پہنچا تو شرجیل بن عمرو غسانی نے جو قیصر روم کی طرف سے شام میں ایک گورنر تھا۔ اس کو شہید کر دیا۔ جب آنحضرت ﷺ کو یہ خبر پہنچی۔ تو آپ ﷺ نہایت غمگین ہوئے اور تین ہزار فوج بسر کردگی زید بن حارث (جو آپ کے آزاد کردہ غلام تھے) بھیجی۔ اور حکم دیا کہ اگر زید شہید ہو جائیں۔ تو جعفر بن ابی طالب اور وہ بھی شہید ہوں تو عبداللہ بن رواحہ فوج کے سردار ہوں۔ اور ارشاد ہوا کہ اس مقام پر جانا جہاں حارث بن عمیر شہید ہوئے ہیں۔ اور یہ بھی ہدایت کر دی گئی کہ پہلے ان کو دعوت اسلام دینا۔ اگر وہ قبول کر لیں تو جنگ کی ضرورت نہیں۔ خود جناب رسالت مآب ﷺ نے ثنیتہ الوداع تک فوج کی مشایعت فرمائی۔ شرجیل کو خبر پہنچی تو اس نے ایک لاکھ فوج تیار کی۔ ادھر قیصر روم عرب کی ایک لاکھ فوج لے کر زمین (۱۶۸) بلقاء میں خیمہ زن ہوا۔ جب لشکر اسلام شہر معان میں پہنچا۔ تو ان کو دشمن کی تعداد کثیر کی اطلاع ملی۔ انہوں نے چاہا کہ دربار رسالت کو حالات کی اطلاع

Marfat.com

دی جائے اور حکم کا انتظار کیا جائے۔ مگر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ فتح وشہادت میں سے ایک ہمیں ضرور حاصل ہو جائے گی اس لیے آگے بڑھے۔ جب بلقاء کی حد پر پہنچے۔ تو مشارف میں قیصر کا لشکر نظر آیا۔ مسلمان بچ کر موتہ کی طرف چلے گئے۔ اور یہاں جنگ ہوئی حضرات زید و جعفر و عبداللہ بن رواحہ یکے بعد دیگرے بڑی بہادری سے پیدل ہو کر لڑے اور شہید ہوئے آنحضرت ﷺ مدینہ میں ان واقعات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے اور بیان فرما رہے تھے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے پہلے اپنے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دیں۔ پھر حملہ کیا۔ ان کا دایاں بازو کٹ گیا۔ تو علم بائیں ہاتھ میں لے لیا۔ بایاں بھی کٹ گیا تو بغل میں لے لیا یہاں تک کہ شہید ہو گئے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میں نے ان کی لاش دیکھی تو اس پر نوے سے کچھ اوپر زخم تلواروں اور برچھیوں کے تھے۔ اور سب کے سب سامنے کی طرف تھے۔ پشت پر ایک بھی نہ تھا۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو شہادت کے بعد بہشت میں فرشتوں کے ساتھ اڑتے دیکھا۔ دوسری روایت میں ہے کہ بشکل فرشتہ دو خون آلود بازوؤں کے ساتھ دیکھا۔ اسی واسطے ان کو جعفر طیار یا جعفر ذوالجناحین کہتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے بعد بالاتفاق حضرت خالد بن ولید امیر لشکر ہوئے۔ وہ بھی نہایت شجاعت سے لڑے۔ خود ان کا بیان ہے کہ اس دن نو تلواریں میرے ہاتھ سے ٹوٹ کر گر پڑیں لشکر کفار میں تزلزل پڑ گیا۔ آخر کار لشکر کفار پسپا ہو گیا۔ اسے مسلمانوں کی فتح کہنا چاہیے۔ کہ دو لاکھ کے مقابلہ میں صرف بارہ شہید ہوئے۔ باقی سب صحیح وسالم مدینہ منورہ واپس آ گئے۔

Marfat.com

فتح مکہ (رجب المرجب ۸ ہجری)

ماہ رمضان میں فتح مکہ وقوع میں آیا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ قریش نے معاہدہ حدیبیہ توڑ دیا اس کا سبب اس طرح سے ہے کہ جب بنو بکر و قریش نے وہ عہد توڑ دیا جو ان کے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان تھا۔ تو عمرو بن سالم خزاعی چالیس سوار لے کر مدینہ پہنچا۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ مسجد میں اپنے اصحاب میں تشریف رکھتے تھے۔ عمرو مذکور حاضر خدمت ہو کر یوں گویا ہوا:۔

اے خدا میں محمد ﷺ کو یاد دلاتا ہوں۔ وہ پرانا معاہدہ جو ہمارے باپ اور اس کے باپ (عبدالمطلب) کے درمیان ہوا تھا۔ یا رسول اللہ (ﷺ)! ہماری پوری مدد کیجئے اور خدا کے بندوں کو بلائیے جو ہماری مدد کو آئیں۔ قریش نے آپ ﷺ سے وعدہ کے خلاف کیا۔ اور آپ ﷺ کا محکم معاہدہ توڑ ڈالا۔ انہوں نے وتیر میں ہم پر بحالت خواب حملہ کیا۔ اور ہمیں رکوع وسجدے کی حالت میں قتل کر ڈالا۔

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عمرو! تجھے مدد مل جائے گی۔ ایک روایت میں ہے۔ کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں قریش سے دریافت کرتا ہوں۔ پس آپ ﷺ نے حضرت ضمرہ کو بھیجا۔ اور یہ تین شرطیں پیش کیں کہ قریش ان

Marfat.com

میں سے ایک اختیار کر لیں:۔

① خزاعہ کے مقتولین کا خون بہا دیں۔

② بنو ثقافہ کی حمایت سے دست بردار ہو جائیں۔

③ اعلان کر دیں کہ حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا۔

قرطہ بن عمرو نے کہا کہ ہمیں صرف تیسری شرط منظور ہے۔

آنحضرت ﷺ نے مکہ پر حملہ کی پوشیدہ تیاری شروع کر دی۔ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ لخمی نے جو بنو اسد بن عبدالعزیٰ کے حلیف تھے بنو ہاشم کی کنیز سارہ کے ہاتھ قریش کو ایک خط لکھ بھیجا۔ جس میں اس جنگی تیاریوں کا حال درج تھا۔ سارہ نے وہ خط اپنے سر کے بالوں میں چھپا لیا اور روانہ ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو اس معاملہ کی خبر دے دی۔ آپ ﷺ نے علی و زبیر و مقداد رضی اللہ عنہم کو بھیجا اور ان سے فرمایا کہ روضہ خاخ میں تم کو ایک سانڈنی سوار عورت ملے گی۔ اس کے پاس قریش مکہ کے نام ایک خط ہے۔ وہ لے آؤ۔ وہ سوار ہو کر چل پڑے اور سارہ سے روضہ خاخ میں جا ملے۔ اس کو نیچے اتار لیا۔ اور کہا کہ تیرے پاس ایک خط ہے اس نے انکار کیا۔ اس کے کجاوے کی تلاشی لی گئی مگر کچھ برآمد نہ ہوا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے جھوٹ نہیں فرمایا۔ تو خط نکال۔ ورنہ ہم تیرے کپڑوں کی تلاشی لیں گے۔ یہ سن کر اس نے اپنے سر کے بالوں سے وہ خط نکال کر حوالہ کیا۔ جب یہ خط آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ تو آپ ﷺ نے حضرت حاطب کو طلب فرمایا اور پوچھا: ”حاطب! تو نے یہ کیا حرکت کی؟“ حاطب نے یوں عرض کیا:

”یا رسول اللہ (ﷺ)! میرے بارے میں جلدی نہ کیجئے۔ میں دین سے نہیں پھرا۔ میرے بال بچے مکہ میں قریش کے درمیان ہیں۔ آپ ﷺ کے

Marfat.com

ساتھ جو مہاجرین ہیں قریش میں ان کے رشتے ہیں۔ جن کے سبب سے وہ ان کے بال بچوں کی حفاظت کریں گے۔ مگر میرا قریش میں کوئی رشتہ نہیں۔ اپنے اہل وعیال کے بچاؤ کے لیے میں نے یہ حیلہ کیا کہ قریش پر یہ احسان کروں۔ تا کہ اس کے صلہ میں وہ میرے بال بچوں کی حفاظت کر دیں۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس نے سچ کہا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بے تاب ہو کر عرض کیا۔ یارسول اللہ (ﷺ)! مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس منافق کا سر اڑا دوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ حاطب اصحاب بدر میں سے ہے۔ عمر! تجھے کیا معلوم ہے بے شک اللہ تعالیٰ اہل بدر پر مطلع ہے۔ غرض باوجود ایسے سنگین جرم کے آپ ﷺ نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کو معاف فرما دیا۔

آنحضرت ﷺ بتاریخ ۱۰ ماہ رمضان ۸ھ دس ہزار آراستہ فوج لے کر مدینہ سے روانہ ہوئے۔ حضرت عباس جو اب تک مکہ میں مقیم تھے اپنے اہل و عیال سمیت ہجرت کر کے مدینہ کو آ رہے تھے۔ وہ مقام جحفہ میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حسب ارشادِ نبوی ﷺ انہوں نے اہل وعیال کو تو مدینہ بھیج دیا اور خود لشکر اسلام میں شامل ہو گئے۔ قدید میں قبائل کو جھنڈے دیئے گئے۔ اخیر پڑاؤ مرالظہران تھا۔ جہاں سے مکہ ایک منزل یا اس سے بھی کم تھا۔ یہاں رسول اللہ ﷺ کے حکم سے تمام فوج نے الگ الگ آگ روشن کی۔ قریش کو لشکر اسلام کی روانگی کی افواہ پہنچ چکی تھی۔ مزید تحقیق کے لیے انہوں نے ابوسفیان بن حرب، حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاء کو بھیجا۔ اس تجسّس میں ان کا گزر مرالظہران پر ہوا۔ ابوسفیان بولا یہ اس قدر جا بجا آگ کیسی ہے؟ یہ تو شب عرفہ کی آگ کی مانند ہے۔ بدیل خزاعی نے کہا: یہ خزاعہ کی آگ ہے۔ ابوسفیان نے کہا: خزاعہ گنتی میں اتنے نہیں کہ ان کی اس قدر آگ ہو۔ خیمہ نبوی ﷺ کی حفاظت پر جو دستہ

Marfat.com

متعین تھا انہوں نے ابوسفیان وغیرہ کو دیکھ لیا۔ اور پکڑ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے گئے۔ ابوسفیان لے ایمان لائے جب رسول اللہ ﷺ یہاں سے مکہ کی طرف روانہ ہونے لگے۔ تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابوسفیان کو پہاڑ کی چوٹی پر لے جا کر کھڑا کر دو۔ تا کہ افواجِ الٰہی کا نظارہ آنکھوں سے دیکھ لیں۔ قبائل عرب کی فوجیں ابوسفیان کے سامنے سے ہو کر گزرنے لگیں۔ پہلے غفار پھر جہینہ، سعد بن ہذیل، سلیم، نعرہ تکبیر بلند کرتے ہوئے یکے بعد دیگرے گزرے ان کے بعد ایک فوج آئی جس کی مثل دیکھنے میں نہیں آئی۔ ابوسفیان نے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ یہ انصار ہیں۔ سردار انصار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ علم ہاتھ میں لیے ہوئے برابر سے گزرے تو ابوسفیان سے کہا:۔

آج گھمسان کے معرکہ کا دن ہے۔ آج کعبہ حلال کر دیا جائے گا۔

بعد ازاں وہ مبارک دستہ آیا جس میں رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب (مہاجرین) تھے۔ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ علمبردار تھے۔ حضور ﷺ برابر سے گزرے تو ابوسفیان نے کہا: ”حضور ﷺ آپ نے سنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کیا کہتے گزرے ہیں؟“ آپ ﷺ نے فرمایا سعد نے غلط کہا۔ آج کعبہ کی عزت کی جائے گی اور غلاف چڑھایا جائے گا پھر حکم دیا کہ علم سعد سے لے کر ان کے صاحب زادے قیس کو دے دیا جائے۔

آنحضرت ﷺ مکہ میں حصہ بالائی کی طرف سے داخل ہوئے۔ اعلان کر دیا گیا۔ کہ جو شخص ہتھیار ڈال دے گا یا ابوسفیان کے گھر پناہ لے گا۔ یا مسجد میں داخل ہو گا۔ یا دروازے بند کر لے گا۔ اس کو امن دیا جائے گا۔ حصہ بالائی میں (خیف بنی کنانہ یعنی خصب میں) رسول اللہ ﷺ کے لیے خیمہ نصب کیا گیا۔ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے حسب الارشاد محصب کی حد یعنی حجون کی پہاڑی پر علم کھڑا کر

Marfat.com

دیا۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ قبائل عرب کے ساتھ پائین شہر کی طرف سے داخل ہوں اور صفا میں ہم سے آملیں اور کسی سے جنگ نہ کریں۔ مگر صفوان بن امیہ، عکرمہ بن ابی جہل اور سہیل بن عمرو قریش کی ایک جماعت ساتھ لے کر جندمہ میں سدراہ ہوئے اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی فوج پر تیر برسانے لگے۔ چنانچہ حضرت جیش بن اشعر اور کرز بن جابر فہری نے شہادت پائی۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے مجبور ہر کر ان پر حملہ کیا۔ وہ تیرہ یا زیادہ لاشیں چھوڑ کر گھروں کو بھاگ گئے اور بعض پہاڑی پر چڑھ گئے۔ آنحضرت ﷺ نے جو تلواروں کی چمک دیکھی۔ تو پوچھا کہ یہ جنگ کیسی ہے؟ عرض کیا گیا کہ شاید مشرکین نے پیش دستی کی ہے۔ جس کی وجہ سے خالد رضی اللہ عنہ کو لڑنا پڑا۔ بعد ازاں رسول اللہ ﷺ نے خالد سے باز پرس کی۔ تو انہوں نے عرض کیا کہ ابتداء مشرکین کی طرف سے تھی۔ فرمایا: ''قضائے الٰہی بہتر ہے''۔

آنحضرت ﷺ نے خیمہ میں ذرا آرام فرمایا۔ پھر غسل کیا اور ہتھیاروں سے سج کر ناقہ قصواء پر سوار ہوئے اور اپنے غلام کے لڑکے اسامہ کو اپنے پیچھے سوار کر لیا آپ ﷺ کے دائیں بائیں آگے پیچھے مہاجرین و انصار تھے جو اس کی طرح سراپا آہن پوش تھے کہ بجز سیاہی چشم ان کے بدن کا کوئی حصہ نظر نہ آتا تھا۔ بیت اللہ شریف میں داخل ہو کر آنحضرت ﷺ نے پہلے حجر اسود کو بوسہ دیا۔ پھر اپنی ناقہ پر طواف کیا۔ بیت اللہ کے گرد اور اوپر تین سو ساٹھ بت تھے۔ جن کے سبب سے وہ خانہ خدا بت خانہ بنا ہوا تھا۔ آپ ﷺ کے دست مبارک میں ایک لکڑی تھی۔ اس سے آپ ﷺ ایک ایک بت کو ٹھوکر دیتے جاتے تھے اور یہ پڑھتے جاتے تھے:۔

''سچ آگیا اور باطل مٹ گیا۔ بے شک باطل مٹنے والا ہے۔ سچ آگیا اور

Marfat.com

باطل نہ پہلی بار پیدا کرتا ہے اور نہ دوبارہ کرتا ہے۔"

اور وہ منہ کے بل گرتے جاتے تھے۔ جب اس طرح بیت اللہ شریف بتوں سے پاک ہو گیا۔ تو آپ ﷺ نے حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ سے کنجی لے کر دروازہ کھولا۔ اندر داخل ہوئے تو حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کے مجسّمے نظر پڑے۔ جن کے ہاتھوں میں جواء کھیلنے کے تیر دیے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"خدا ان کو غارت کرے۔ اللہ کی قسم ان دونوں نے کبھی تیروں سے جواء نہیں کھیلا۔"

کعبہ کے اندر ہی لکڑیوں کی ایک کبوتری بنی ہوئی تھی جسے آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے توڑ ڈالا اور تصویریں جو تھیں وہ مٹا دی گئیں۔ پھر دروازہ بند کر دیا گیا۔ اور حضرت اسامہ و بلال و عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے ساتھ اندر رہے آپ ﷺ نے نماز پڑھی اور ہر طرف تکبیر کہی پھر دروازہ کھول دیا گیا۔ مسجد حرام قریش کی صفوں سے بھری ہوئی تھی۔ آپ ﷺ نے دروازے کے بازوؤں کو پکڑ کر یہ خطبہ پڑھا:۔

"اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا، اپنے بندے کی مدد کی اور دشمنوں کی تمام جماعتوں کو اس نے تنہا شکست دی۔ آگاہ ہو جاؤ جو خصلت و عادت خواہ جانی ہو یا مالی ہو جس کا دعویٰ کیا جا سکے وہ سب میرے قدموں کے نیچے ہیں۔ سب لغو اور باطل ہیں مگر بیت اللہ کی نگہبانی اور حاجیوں کو زم زم کا پانی پلانا یہ خصلتیں حسبِ دستور برقرار رہیں گی۔ آگاہ ہو جاؤ جو شخص خطاءً قتل کیا جائے، کوڑے سے یا لاٹھی سے اس کی دیت (خون بہا) مغلظہ ہے سو اونٹ ہوں گے جس میں چالیس حاملہ اونٹنیاں ہوں گی۔ اے گروہ قریش! اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کی نخوت اور غرور اور آباؤ اجداد پر فخر کرنے کو باطل کر دیا۔ سب

Marfat.com

لوگ آدم سے ہیں اور آدم مٹی سے تھے۔ اس کے بعد یہ آیت تلاوت فرمائی اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تم کو شاخوں اور خاندانوں پر تقسیم کیا تاکہ آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو اور حقیقت میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ بزرگ وہی ہے جو سب سے زیادہ خدا ترس ہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ علیم وخبیر ہے۔"

خطبہ کے بعد آپ ﷺ قریش کی طرف متوجہ ہوئے جن سے مسجد بھری ہوئی تھی۔ اعلان دعوت سے اب تک ساڑھے سترہ سال میں قریش نے آپ ﷺ سے اور آپ ﷺ کے اصحاب سے جو جو سلوک کیے تھے وہ سب ان کے پیش نظر تھے۔ اور خوف زدہ اس انتظار میں تھے کہ دیکھیئے کیا سلوک کیا جاتا ہے؟ آنحضرت ﷺ اب اس شہر میں ہیں جہاں سے نکلے تھے تو اندھیری رات اور فقط صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ساتھ تھے۔ آج آپ ﷺ داخل ہوتے ہیں تو دس ہزار جاں نثار ساتھ ہیں اور بدلہ لینے پر پوری قدرت حاصل ہے۔ بایں ہمہ آپ ﷺ نے یوں خطاب فرمایا:

"اے گروہ قریش! تم اپنے گمان میں مجھ سے کیسے سلوک کی توقع رکھتے ہو؟" وہ بولے: نیکی کی توقع رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ شریف بھائی اور شریف برادر زادہ ہیں۔ یہ سن کر حضور ﷺ رحمتہ للعالمین نے فرمایا:۔

"آج تم پر کوئی الزام نہیں۔ جاؤ تم آزاد ہو۔"

اعلان عفو کے بعد آنحضرت ﷺ مسجد حرام میں بیٹھ گئے بیت اللہ شریف کی کنجی آپ ﷺ کے دست مبارک میں تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ میں سے ہر ایک نے عرض کیا کہ کنجی ہمیں عنایت ہو۔ مگر آپ ﷺ نے حضرت عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ کو عطا فرمائی۔

Marfat.com

اس روز آنحضرت ﷺ دیر تک مسجد میں رونق افروز رہے نماز کا وقت آیا۔ تو آپ ﷺ کے حکم سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کعبہ کی چھت پر اذان کہی۔ ابو سفیان بن حرب اور عتاب بن اسید اور حارث بن ہشام کعبہ کے صحن میں بیٹھے ہوئے تھے اذان کی آواز سن کر عتاب بولا کہ خدا نے اسید کو یہ عزت بخشی کہ اس نے یہ آواز نہ سنی ورنہ اسے رنج پہنچتا۔ حارث بولا۔ خدا کی قسم اگر یہ حق ہوتا تو میں اس کی پیروی کرتا۔ حضرت ابوسفیان نے کہا میں تو کچھ نہیں کہتا۔ اگر کہوں تو یہ کنکریاں ان کو میرے قول کی خبر دیں گی۔ جب آنحضرت ﷺ ان لوگوں کے پاس ہو کر نکلے۔ تو فرمایا۔ کہ تمہاری باتیں مجھے معلوم ہو گئیں تم نے ایسا ایسا کہا ہے۔ حارث و عتاب یہ سنتے ہی کہنے لگے:

''ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ خدا کے رسول ہیں۔ ان باتوں کی اطلاع کسی اور کو نہ تھی ورنہ ہم کہہ دیتے کہ اس نے آپ کو بتا دیں۔''

مسجد سے آپ ﷺ کوہ صفا پر تشریف لے گئے۔ وہاں مردوں اور عورتوں نے اسلام قبول کر کے آپ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ مردوں میں حضرت معاویہ اور مستورات میں ان کی والدہ ہند بھی تھی جو حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا کلیجہ چبا گئی تھی۔

Marfat.com

غزوۂ تبوک (رجب المرجب ۹ ہجری)

تبوک ایک مقام کا نام ہے جو مدینہ طیبہ اور شام کے درمیان مدینہ منورہ سے چودہ منزل کے فاصلہ پر ہے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ ایک قلعہ کا نام ہے اور قاموس میں ہے کہ مدینہ اور شام کے درمیان ایک خطۂ ارضی کا نام ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ایک چشمہ کا نام ہے جو اس جگہ واقع ہے چونکہ اس سفر میں لشکر کی آخر مسافت اس چشمہ تک ہوئی تھی اس بنا پر اس کو اس نام سے موسوم و منسوب کیا گیا جیسا کہ مسلم کی حدیث میں اس قصہ کے دوران مذکور ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا:

"آخری حدود ہے جب تم تبوک کے چشمہ پر پہنچو"۔

بوک کے لغوی معنی "لکڑی وغیرہ سے اتنی گہری زمین کھودنا کہ پانی نمودار ہو جائے" کے ہیں۔ اور حضور اکرم ﷺ نے ملاحظہ فرمایا کہ بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم اس چشمہ پر پہنچ کر اپنے پیالوں کو اس میں ڈال کر پانی کو ہلاتے ہیں تاکہ پانی نکل آئے اور فرمایا:

"تم اترو گے اور پانی کو ہلا کر چشمہ سے نکالو گے اسی بنا پر اس غزوۂ کا نام تبوک رکھا گیا"۔

Marfat.com

صحاح میں اسی طرح مذکور ہے۔

اس غزوے کو غزوہ خاضحہ بھی کہتے ہیں کیوں کہ اس میں منافقوں کی فضیحت و رسوائی بہت زیادہ ہوئی تھی۔ غزوہ عسرت اور جیش عسرت بھی کہتے ہیں کیوں کہ اس میں لشکر والوں کو مشقت بھوک و پیاس محسوس ہوئی تھی اس کی وجہ یہ تھی کہ مسافت طویل تھی اور ہوا بہت گرم، دشمن کا لشکر قوی تھا اور قحط سالی تھی۔ لشکر بہت زیادہ تھا اور زادِراہ اور سامان بہت کم تھا لشکر اسلام کی عسرت و تنگی کا یہ عالم تھا کہ فقرا صحابہ میں سے اٹھارہ اصحاب کے لئے ایک اونٹ سے زیادہ نہ تھا۔ جس پر وہ باری باری سوار ہوتے تھے اور کرم خوردہ کھجوروں کا آٹا اور گھن لگے جوار اور بودار گھی سفر کا توشہ تھا۔ اور پانی تو انتہائی کمیاب تھا باوجود سواری کی قلت کے اونٹوں کو ذبح کرتے اور اس کی آنتوں اور رگوں کی تری سے ہونٹوں کی خشکی دور کرتے تھے درختوں کے پتے کھاتے تھے جس سے موڑے سوج گئے اور ہونٹ اونٹ کے ہونٹوں کی مانند ہو گئے تھے۔ اغنیاء صحابہ رضی اللہ عنہم بھی مدینہ سے باہر جانے میں باحکم طبع ناگواری محسوس کرتے تھے کیوں کہ میووں کے پکنے کا زمانہ تھا اور انہیں درختوں کے سایوں میں بیٹھنا اور پھلوں سے لطف اندوز ہونا طبعی طور پر مطلوب و مرغوب تھا۔ اس پر یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔

"اے ایمان والو تمہیں کیا ہوا جب تم سے کہا جائے کہ خدا کی راہ میں کوچ کرو تو تم بوجھ کے مارے زمین پر بیٹھ جاتے ہو کیا تم نے دنیا کی زندگی آخرت کے بدلے پسند کرلی اور جیتی دنیا کا اسباب آخرت کے سامنے نہیں مگر تھوڑا۔"

اس طرح تن آسانوں اور فراغت طلب کرنے والوں پر طعن و تشنیع کا کوڑا رسید کیا۔ اس غزوہ کے لئے مدینہ طیبہ سے روانہ ہونے کی تاریخ بلا اختلاف روز پنجشنبہ ماہ رجب 9 ہجری تھی۔ اس غزوہ کا سبب یہ تھا کہ ان دنوں ایک قافلہ شام

Marfat.com

سے مدینہ طیبہ آیا اور انہوں نے خبر پہنچائی کہ شاہِ روم بہت بڑا لشکر جمع کر چکا ہے اور قبائل کثیرہ مثلاً لخم، جذام، عاملہ اور غسان وغیرہ قبائل عرب میں سے جو نصرانی تھے ہرقل سے بڑے خوش ہیں اور وہ سب دین نصاریٰ کے غلبہ کے لئے جمع ہو کر نکل آئے تھے اور وہ سب متفق و مجتمع ہو کر مدینہ کا ارادہ رکھتے تھے۔

جب حضور اکرم ﷺ نے شام کی طرف لشکر کشی کا مصمم ارادہ فرما لیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قبائل کی طرف لشکر جمع کرنے کے لئے بھیجا اور ہر اس شخص کو جو جس قبیلہ کی طرف منسوب تھا اسے اسی قبیلہ کی طرف لشکر اور ساز و سامان جمع کرنے کے لئے بھیجا۔ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو سپاہ کی تیاری اور فقراء و مساکین پر تصدق و انفاق اور راہِ خدا میں اعانت و جہاد کی ترغیب و تحریض فرمائی ہر شخص نے اپنی ہمت و طاقت اور حوصلہ و امکان کی حد تک لشکر کی تیاری میں امداد کی اور مال و متاع خرچ کیا چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنا تمام مال و اسباب اٹھا کر لے آئے اور جو کچھ تھا راہِ خدا میں صرف کر دیا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جتنا بھی ان کی ملکیت میں تھا اُس میں آدھا حصہ جدا کر کے لے آئے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب رسولِ خدا ﷺ نے لشکر تبوک کی تیاری کا شوق دلایا تو میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ آج تو میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر سبقت لے جاؤں گا آج تو میرے پاس بہت مال ہے جس میں سے آدھے مال کو حضورِ اکرم ﷺ کی خدمت میں لے آیا ہوں۔ حضورِ اکرم ﷺ نے مجھ سے دریافت فرمایا:

"اپنے اہل و عیال کے لئے کیا چھوڑا ہے۔"

میں نے عرض کیا:

"اتنی ہی مقدار میں ان کے لئے چھوڑ دیا ہے۔"

Marfat.com

اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے اور جتنا کچھ مال ان کے پاس تھا سب لے آئے۔ ان سے بھی حضور اکرم ﷺ نے پوچھا:

''اپنے اہل وعیال کے لئے کتنا ذخیرہ چھوڑا ہے؟''

انہوں نے کہا:۔

میں نے اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑا ہے۔

اس پر حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَابَيْنَكُمَا مَابَيْنَ كَلِمَتَيْكُمَا

تمہارے درمیان فرق مراتب اور تفاوت اتنا ہی ہے جتنا تمہاری ان دو باتوں کے درمیان پھر میں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ عرض کیا:

''میں آپ سے کسی بات میں سبقت نہیں کر سکتا۔''

اس غزوے میں انفاق فی سبیل اللہ میں شریک غالب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے اور (جیش عسرت کا سامان مہیا کرنے والے) ان کے مدائح اور مناقب میں سے ہے، مروی ہے کہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ ایک قافلہ مرتب فرما رہے تھے تاکہ تجارت کے لئے شام بھیجیں۔ انہوں نے یہ ارادہ ترک فرما دیا اور حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا:

''یا رسول اللہ (ﷺ)! یہ دو سو اونٹ جن پر پالان، پوشش اور چادر وغیرہ پڑے ہوئے ہیں ہر طرح مکمل ہیں مع دو سو اوقیہ چاندی پیشِ خدمت ہیں۔ ان سے لشکر کی ضروریات مکمل فرمائیے۔''

ایک روایت میں ہے کہ تین سو اونٹ چہار بستہ مکمل اور ایک مثقال سونا لائے اور حضورِ اکرم ﷺ کے آگے ڈال دیا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:۔

''اے اللہ تعالیٰ عثمان (رضی اللہ عنہ) سے راضی ہو جائے بلاشبہ میں تو ان سے

Marfat.com

راضی ہوگیا"۔

اربابِ سیر بیان کرتے ہیں کہ صحابہ میں سے ایک صحابی جن کا نام عتبہ بن زید رضی اللہ عنہ تھا حضور ﷺ کی بارگاہ میں آئے اور عرض کیا "یا رسول اللہ (ﷺ)! میں مال و زر تو رکھتا نہیں کہ راہِ خدا میں پیش کرسکوں البتہ اپنی عزت و آبرو کو لوگوں پر حلال کرتا ہوں وہ جس طرح چاہیں میرے ساتھ پیش آئیں ان سے کوئی مواخذہ نہ ہوگا اور جو خدمت چاہیں مجھ سے لیں اور جس طرح مدد چاہیں لیں انہیں معاف ہوگا۔" فرمایا "حق تعالیٰ نے تمہارے صدقہ کو قبول کرلیا"۔

حضور اکرم ﷺ نے ان اموال کو ضرورت مندوں پر خرچ فرمایا تاکہ وہ اپنی تیاری کریں اور فرمایا بہت سی نعلین (جوتیاں) ساتھ لو کیونکہ جوتیاں پہننا سواری کا حکم رکھتا ہے مروی ہے کہ کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حاضر ہوئے جن کے نام سیر کی کتابوں میں مذکور ہیں۔ انہوں نے عرض کیا ہم پاپیادہ ہیں سواری نہیں رکھتے ہمارے لئے سواری کا انتظام فرما دیجئے تاکہ سوار ہو کر جہاد میں شریک ہوں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تمہارے لئے سواری کی قسم میں سے کچھ موجود نہیں پاتا اور نہ اس وقت اتنا صدقہ کا مال ہے جس سے تمہاری ضرورت پوری ہو سکے۔ اس پر یہ ضرورت منداصحاب مجلس مبارک سے غمگین ہو کر حسرت سے روتے ہوئے نکلے کیوں کہ وہ ایسی کوئی چیز نہ پا سکے جو خرچ کر سکتے۔ اس جماعت کا نام "گروہ بکائین" ہوا۔

نیز مروی ہے کہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے ساتھیوں نے یعنی اشعریوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا کہ میں ان کے لئے حضور ﷺ سے سواری حاصل کروں۔ میں حضور ﷺ کی بارگاہِ عالی میں آیا اور عرض یا "یا نبی اللہ (ﷺ)! مجھے آپ ﷺ کی خدمت میں بھیجا گیا ہے کہ

Marfat.com

آپ ﷺ ان کی سواری مرحمت فرمائیں۔" حضور ﷺ نے فرمایا "واللہ میں ان کی سواری کا انتظام نہیں کر سکتا۔ اس پر میں حضور اکرم ﷺ کے منع فرمانے سے غمزدہ ہو کر لوٹا اور یہ بھی خوف دامن گیر ہوا کہ کہیں حضور اکرم ﷺ میرے مانگنے پر دلگیر نہ ہوئے ہوں اور مجھ سے ناراض نہ ہو گئے ہوں۔ اس کے بعد میں اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور جو کچھ حضور اکرم ﷺ نے جواب مرحمت فرمایا تھا ان سے بیان کیا۔ پھر زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ اچانک میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو آواز دیتے سنا کہ عبداللہ بن قیس کہاں ہیں؟ یہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا نام ہے میں نے جواب دیا کہ میں یہاں ہوں تو انہوں نے کہا کہ رسولِ خدا ﷺ تمہیں بلاتے ہیں میں جب میں بارگاہِ بیکس پناہ میں حاضر ہوا تو فرمایا لو یہ چھ اونٹ ہیں۔ اپنے ساتھیوں کو سوار ہونے کے لئے دیدو۔ حضور اکرم ﷺ نے ان اونٹوں کو حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے خرید فرمایا تھا حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے وہ اونٹ اپنے ساتھیوں کو دیدیئے میں اپنی جگہ بے حد پشیمان اور شرمندہ تھا کہ میں نے اس کے لئے حضور اکرم ﷺ کو پریشان کیا حضور اکرم ﷺ نے عطا نہ فرمانے پر قسم یاد کی تھی میں نے عرض کیا "یارسول اللہ (ﷺ)! آپ ﷺ نے تو عطا نہ فرمانے پر قسم یاد کی تھی اب آپ ﷺ نے عطا فرما کر قسم کو توڑا ہے یہ کیا بات ہے؟ فرمایا خدا نے تمہیں سوار کیا ہے اور اس کا مجھے حکم دیا ہے کہ میں جب کسی معاملہ میں قسم یاد کرلوں اور میں دیکھوں کہ قسم توڑنے میں بھلائی اور خیر ہے تو میں قسم کا کفارہ دیدوں۔"

چونکہ اس سفر میں محنت و مشقت اور سختیاں زیادہ تھیں منافقوں کی اس جماعت نے جن کو معذورین کہتے ہیں عذر ظاہر کئے تھے اور ایک جماعت نے بغیر عذر کے تخلف اختیار کیا اور بیٹھے رہے اور یہ دوسروں کو بھی ہوا کی سخت گرمی و

Marfat.com

مشقت وغیرہ سے خوف دلا کر روکتے رہے ان کا تذکرہ اور تفصیل سورۃ توبہ میں واقع ہوئی ہے۔ ان منافقوں میں ایک شخص جد بن قیس تھا اس نے آ کر کہا:

''یا رسول اللہ (ﷺ)! مجھے مدینہ میں رہنے کی اجازت دیجئے۔''

اور نامعقول عذر پیش کیا کہ میں عورتوں کا دلدادہ ہوں جب میں بنی الاصفر کی عورتوں کو دیکھوں گا تو مجھ سے صبر نہ ہو سکے گا اور میں فتنہ میں پڑ جاؤں گا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا میں نے تجھے اجازت دی اور اپنا رخ انوار اس کی طرف سے پھیر لیا اور یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔

''ان میں سے کوئی تم سے یوں عرض کرتا ہے کہ مجھے رخصت دیجئے اور فتنہ میں نہ ڈالئے سن لو وہ فتنہ میں ہی پڑے اور بے شک جہنم گھیرے ہوئے ہے کافروں کو۔''

منافقوں کا ایک گروہ طمع غنیمت اور دنیاوی مال کی لالچ میں ہمراہ ہوا اور ان کی روانگی اور واپسی کے دوران حرکات شنیعہ اور کلمات ناپسندیدہ وجود میں آئے جب لشکرِ اسلام مرتب ہو گیا تو حکم ہوا کہ سب لوگ مدینہ طیبہ کے باہر ''ثنیۃ الوداع'' میں جمع ہو گئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس لشکر کے امیر ہوئے۔

عبداللہ بن سلول منافق اپنے حلیفوں اور ساتھیوں کے ساتھ لشکر سے باہر نکلا اور ذباب کے مقابل (جو ایک جگہ کا نام ہے) علیحدہ ہو کر اس نے پڑاؤ کیا اور کہنے لگا کہ ''محمد'' بنی الاصفر سے جنگ کرنے جا رہے ہیں اور یہ جانتے ہیں کہ ان کے ساتھ جنگ کرنا آسان نہیں ہے۔ خدا کی قسم! میں دیکھ رہا ہوں کہ ان کے ساتھی و اصحاب، پابند طوق و سلاسل ہیں اور اطراف و اکناف عالم میں متفرق ہو گئے ہیں جب ان منافقوں کے لوٹنے کی خبر حضور اکرم ﷺ کے سمع ہمایوں میں پہنچی تو فرمایا اگر اس میں کچھ ہوتا تو وہ ہم سے پیچھے نہ رہ جاتا اور فرمایا خدا کا شکر کرو کہ

Marfat.com

شریروں کے شر سے نجات پا گئے۔

بخاری و مسلم میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مدینہ طیبہ سے تشریف لے جانے کا عزم فرمایا تو حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کو اپنے اہل میں خلیفہ کے بنایا اس پر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ”یا رسول اللہ (ﷺ)! میں کسی غزوہ میں پیچھے نہیں رہا ہوں کیا وجہ ہے کہ اس مرتبہ حضورِ اکرم ﷺ مجھے چھوڑے جا رہے ہیں اور عرض کیا ”یا رسول اللہ (ﷺ)! مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑ رہے ہیں؟“ فرمایا ”اے علی (ﷺ)! کیا تم اس سے راضی نہیں کہ تمہاری بمنزلہ ہارون کے جو موسیٰ علیہ السلام سے نسبت ہے مجھے نسبت ہو لیکن فرق یہ ہے کہ ہارون علیہ السلام نبی تھے اور میرے بعد کسی کو نبوت نہ ہوگی چونکہ موسیٰ علیہ السلام نے میقات جاتے وقت اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کو اپنی قوم پر خلیفہ بنایا تھا جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا:

”اور جب کہا موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہ میری قوم میں خلیفہ بنو۔“

اس کے بعد حضور اکرم ﷺ مدینہ طیبہ سے باہر تشریف لائے اور ”ثنیۃ الوداع“ میں علم اور جھنڈوں کی ترتیب میں مشغول ہوئے اور بڑا علَم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیا اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کو دیا۔ اسی طرح انصار کے ہر قبیلہ سے فرمایا کہ اپنا اپنا علَم تیار کریں اور حضرت عمارہ ابن حزم رضی اللہ عنہ ایک انصاری شخص تھے حضورِ اکرم ﷺ نے پہلے انہیں علَم عطا فرمایا اس کے بعد ان سے لے کر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو مرحمت فرما دیا حضرت عمارہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ”یا رسول اللہ ﷺ! غالباً حضور ﷺ مجھ سے ناراض ہو گئے؟ حضور ﷺ نے فرمایا ”نہیں۔ خدا کی قسم لیکن قرآن والے کا حق مقدم ہے۔ کیوں کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ تم سے زیادہ قرآن کو سینہ میں لئے ہوئے ہیں اور قرآن

Marfat.com

ہی انسان کو مقدم کرنے والا ہے اگر چہ گوش بریدہ سیاہ فام غلام ہو۔"

جب اس مقام میں لشکر کا شمار کیا گیا تو ایک قول کے بموجب تیس ہزار کی تعداد شمار میں آئی جیسا کہ مذکور ہوا اور بعض نے ستر ہزار کہا ہے اور یہ بہت زیادہ مشہور روایت ہے اور ایک گروہ تو ایک لاکھ بتاتا ہے اور ایک روایت میں چالیس ہزار ہے اس لشکر میں دس ہزار گھوڑے سوار اور بارہ ہزار اونٹ سوار تھے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مقدمہ پر، حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کو میمنہ پر، حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ بن عوف کو میسرہ پر مقرر فرمایا۔ اور جب ثنیۃ الوداع سے لشکر نے کوچ کیا تو اس منزل میں بھی منافقوں کی ایک جماعت نے اختلاف کیا جب لشکر اسلام یہاں سے موضع جرف میں پہنچا تو عبد اللہ بن ابی ابن سلول منافق اپنے حلیفوں اور فرمانبرداروں کے ساتھ نکل آیا۔ اور لشکر اسلام قطع منازل اور طے مراحل کے بعد تبوک میں پہنچا تو وہاں دو ماہ ایک روایت میں ہے بارہ دن ایک روایت میں ہے بیس دن ٹھہرا رہا۔ تا کہ شب و روز مسافت کی کوفت سے آسودہ ہو جائیں۔

قیصر روم اور لشکر نصاریٰ نے مسلمانوں کے شوکت کی خبر سنی اور مسلمانوں کے دین کی عزت اور سید عالم ﷺ کی قوت اعجاز کا تصور کیا تو ان کے دلوں میں ایک خوف اور رعب طاری ہو گیا۔ اور ان کی طرف سے کوئی حرکت اور کوچ کرنا وجود میں نہ آیا۔

مواہب میں، صحیح بن حبان سے منقول ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اس غزوے میں بھی ایک مکتوب گرامی ہرقل کے نام بھیجا اور اسے اسلام کی دعوت دی قریب تھا کہ وہ اسلام قبول کر لے مگر نہ کر سکا مسند امام احمد میں مروی ہے کہ ہرقل نے لکھا کہ میں نے اسلام قبول کر لیا ہے" حضور ﷺ نے فرمایا: "جھوٹ کہتا ہے

Marfat.com

وہ دشمن خدا اپنی نصرانیت پر قائم و باقی ہے''۔

القصہ حضور اکرم ﷺ نے ولایت شام جانے اور وہاں سے سربراہوں اور حاکموں کے ساتھ بات کرنے کے بارے میں اعیان انصار و مہاجرین سے مشورہ فرمایا اور ان صحابہ میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی تھے اور حضور ﷺ کا یہ مشورہ فرمانا بحکم الٰہی وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ کے تحت تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ''یا رسول اللہ ﷺ! اگر حضور ﷺ تشریف لے جانے پر مامور ہیں تو تمام آپ ﷺ کے ملازم رکابِ فلک فرسا ہوں گے اور جہاں آپ ﷺ توجہ فرمائیں گے اور قدوم اجلال فرمائیں گے۔ ہم سب آپ ﷺ کے ساتھ ہوں گے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اگر میں خدا کی جانب سے مامور ہوتا تو تم سب سے کیوں مشورہ کرتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ''یا رسول اللہ ﷺ! شاہِ روم کا لشکر بہت بڑا اور بہت زیادہ ہے اور لشکر اسلام کی حالت سے حضور ﷺ باخبر ہیں اور قیصر روم اپنے کئے کہے پر شرمندہ و پشیمان بھی ہو چکا ہے اور آپ ﷺ کی ہیبت و شوکت کا غلغلہ ان شہروں میں خوب پھیل چکا ہے آپ ﷺ کا خوف و رعب ان رومیوں کے دلوں پر غالب آ چکا ہے اگر امسال لوٹ کر دوسرے سال قصد فرمائیں تو انسب و اولیٰ ہو گا۔ اور حکم حضور ﷺ ہی کا بلند و برتر ہے۔ چونکہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی رائے درست وصواب تھی حضور اکرم ﷺ نے عنان مراجعت، بجانب مستقرِ عزت و کرامت منعطف فرمائی منقول ہے کہ منزل تبوک کے قیام کے زمانہ میں بحیر بن رویہ جو ایلہ کا بادشاہ تھا بارگاہِ سید عالم ﷺ میں حاضر ہوا اور جزیہ دینا قبول کیا باہمی مصالحت واقع ہوئی اور اسے ایک عہد نامہ میں لکھا گیا۔

اربابِ سیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ مزنیہ قبیلہ کے

Marfat.com

باشندوں میں سے تھے اور وہ اپنے والد سے یتیم ہو گئے تھے۔ مسلمان ہونے سے پہلے ان کے پاس کچھ نہ تھا۔ اور ان کے چچا ان کی کفالت کرتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ جوان ہوئے اور ان کے پاس کئی اونٹ و بکریاں اور غلام پیدا ہوئے۔ ان کے دل میں اسلام کی محبت مرکوز تھی اور ہمیشہ چاہتے تھے اسلام قبول کر کے مسلمانوں کے زمرہ میں داخل ہو جائیں۔ لیکن اپنے چچا کے خوف سے ایمان نہ لا سکتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ زمانہ آ گیا کہ رسول خدا ﷺ فتح مکہ سے واپس آ گئے اس وقت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے چچا سے کہا:

"اے چچا! میں ساری عمر تیرے اسلام لانے کا منتظر رہا مگر تیری طرف سے محمد ﷺ کی متابعت کا شوق اور جذبہ نہیں پایا۔ اب میں مزید اپنی عمر کا بھروسہ نہیں رکھتا مجھے اجازت دے کہ میں جا کر مسلمان ہو جاؤں؟ اس کے چچا نے کہا خدا کی قسم! اگر تو ایمان لے آیا اور محمد ﷺ کی متابعت کی تو جو کچھ میں نے تجھے دے رکھا ہے سب چھین لوں گا۔ حتیٰ کہ تمہارے جسم پر جو کپڑے ہیں انہیں بھی اتار لوں گا حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم میں مسلمان ہوتا ہوں اور شرک و بت پرستی کو چھوڑتا ہوں اور میرے ہاتھ میں جو مال و اسباب ہے تو سب لے لو میں اس سے دست کش ہوتا ہوں آخری وقت میں تو ہر چیز یوں بھی چھوڑنی ہو گی میں اس کی خاطر دین حق سے باز نہیں آ سکتا۔"

یہ کہہ کر سب کچھ چھوڑ دیا اور کپڑے اتار کے اپنی والدہ کے پاس گئے ان کی ماں نے جب یہ حال دیکھا تو کیفیت پوچھی انہوں نے فرمایا:

"میں بت پرستی اور دنیا طلبی سے بیزار ہوں میری تمنا ہے کہ میں حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر مومن و موحد ہو جاؤں۔"

مجھے کچھ کپڑا دو جس سے میں اپنا ستر چھپاؤں ماں نے انہیں چادر دی

Marfat.com

انہوں نے اس کے دو حصے کیئے ایک حصہ کا تہبند اور دوسرے کی چادر بنائی۔ اس سبب سے ان کا لقب "ذوالبجادین" ہوا۔ بجاد کے معنی گلیم درشت (موٹی چادر) کے ہیں۔ اس کے بعد وہ بارگاہ بیکس پناہ ﷺ کی طرف چل دیئے۔

سحر کے وقت عبد اللہ رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ پہنچے اور مسجد نبوی شریف میں ٹھہرے جب حضور اکرم ﷺ نماز کے لئے باہر تشریف لائے اور حضور ﷺ کی نظر مبارک ان پر پڑی تو فرمایا: "تم کون ہو؟" انہوں نے کہا: "میں فقیر و مسافر آپ ﷺ کا عاشق جمال ہوں میرا نام عبد اللہ العزیٰ رضی اللہ عنہ ہے۔" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "تمہارا نام عبد اللہ اور تمہارا لقب ذوالبجادین ہے ہمارے کاشانہ اقدس کے قریب ہمارے پاس رہو۔" اس کے بعد حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ اصحاب صفہ کے درمیان جہاں حضور اکرم ﷺ کے مہمان رہا کرتے تھے رہنے لگے۔ اور حضور اکرم ﷺ سے قرآن کریم یاد کیا کرتے تھے اس زمانہ میں صحابہ لشکر تبوک کی تیاریوں میں مشغول تھے اور وہ مسجد شریف میں ذوق و شوق کے ساتھ بلند آواز سے قرآن کریم پڑھا کرتے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

"یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ ملاحظہ فرماتے ہیں کہ یہ اعرابی بلند آواز سے قرآن کریم پڑھتے ہیں ان کی بلند آوازی لوگوں کی نماز و قراءت میں مزاحم ہوتی ہے۔"

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

"اے عمر رضی اللہ عنہ! ان کو اپنے حال میں چھوڑ دو۔ اس لئے کہ وہ نکلا ہوا اور خدا اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرنے والا ہے۔"

اس کے بعد حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمت کرتے ہوئے تبوک تک پہنچ گئے اس مقام میں انہیں بخار آیا اور وفات پائی۔

Marfat.com

حضرت بلال رضی اللہ عنہ بن حارث مزنی فرماتے ہیں کہ رات کا وقت تھا جبکہ انہیں دفن کے لئے لے گئے میں نے دیکھا حضرت بلال رضی اللہ عنہ موذن، ایک چراغ ہاتھ میں لئے ہیں اور سید عالم ﷺ ان کی قبر کے اندر تشریف فرما ہیں اور حضرت ابوبکر صدیق اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما ان کو قبر میں اتار رہے ہیں اور حضور ﷺ فرما رہے ہیں اپنے بھائی کو عزت کے ساتھ لاؤ۔ اس کے بعد حضور اکرم ﷺ نے ان کے لیے دعا مانگی:

''اے خدا یہ میری خدمت میں دن رات رہا ہے، میں اس سے راضی ہوں اور تو بھی اس سے راضی ہو جا''۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کاش کہ میں اس صاحب لحد کی جگہ ہوتا۔

ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے اکیدر اور مصاد کے خون سے درگزر فرمایا اور ان پر جزیہ قائم کر دیا اور ان کے لئے امان نامہ تحریر فرما دیا بعض اہل سیر کہتے ہیں کہ جب وہ مدینہ آئے تو اسلام لے آئے۔

Marfat.com

کتابیات

☆ بخاری شریف

☆ صحیح مسلم شریف

☆ ترمذی شریف

☆ خصائص الکبریٰ

☆ دلائل النبوۃ

☆ موطا امام مالک

☆ الطبقات الکبریٰ

☆ سیرۃ النبی ﷺ .... ابن ہشام

☆ سیرتِ نبوی ﷺ .... شبلی نعمانی

☆ اُسوۂ رسولِ اکرم ﷺ .... حضرت عارف باللہ ڈاکٹر محمد عبدالحیؒ

☆ سیرتِ رسولِ عربی ﷺ .... مولانا نور بخش توکلی

☆ سیرۃ المصطفیٰ ﷺ .... علامہ عبدالمصطفیٰ

☆ سیرۃ المصطفیٰ ﷺ .... مولانا محمد ادریس کاندھلوی

☆ تاریخِ اسلام .... اکبر شاہ نجیب آبادی

Marfat.com

☆ حضور نبی کریم ﷺ کے عزیز و اقارب از محمد اشرف شریف

☆ امہات المومنین از قاری محمد رضا المصطفیٰ

☆ حیاتِ رسول ﷺ از محمد ایوب

☆ سیرۃ الرسول ﷺ از شاہ معین الدین ندوی

☆ تاریخ اسلام از شاہ معین الدین ندوی

☆ رسول اللہ ﷺ کے غزوات از قاری گلزار احمد مدنی

Marfat.com

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کے

غزوات

Marfat.com